غنیۃ المہتدی

فی حکم

قِراءۃ المقتدی

مد اشرف مہتمم



تبلیغ الاسلام، دار العلوم اشرفیہ، راندیر ضلع سورت

ائش جناب مولانا الحاج احمد اشرف صاحب راندیری مہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر ضلع سورت

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

الحمد للہ کہ دریں ایام میمنت فرجام رسالہ جامعہ

و عجالہ نافعہ در حکم منع قرآت خلف الامام مسمّٰی بہ

غنية المهتدي
في حكم
قراءة المقتدي

از تالیف لطیف جناب مولانا مولوی قاضی سید رحمت اللہ صاحب راندیری

سابق صدر مدرس دار العلوم اشرفیہ عربیہ اسلامیہ راندیر ضلع سورت

یہ رسالہ

بتبلیغ الاسلام دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر ضلع سورت نے طبع کرا کر شائع کیا

باہتمام سالم اینڈ کمپنی دیوبند۔ یوپی (انڈیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی ان جعل لنا التوفیق خیر رفیق ہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ وصحبہ الفائزین باعلی التحقیق اما بعد کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین زاد کم اللہ شرفا وتعظیما لدیہ اس مسئلہ میں کہ آیا سورۃ فاتحہ خلف الامام مقتدی کو پڑھنا باتفاق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باتفاق تابعین اور تبع تابعین المشہود لہم بالخیر الی یوم الدین واجب ہے یا اس بارے میں صحابہ کرام وغیرہم کا اختلاف ہے اور واجب صحابہ عظام وغیرہم کا اختلاف آجتک چلا آتا ہے تو پھر جو شخص دعوے کرے کہ مقتدی کی نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے درست نہیں۔ ہے اور باطل ہے تو یہ اعتقاد اور دعوے اوسکا کیسا ہے بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا ؒ اقوال وبہ استعین۔

الجواب الوسیط بغیر افراط وتفریط ؒ واضح ہو کہ قرأت سورۃ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں صحابہ عظام اور تابعین اور تبع

اور تابعین وغیرہم متفق نہیں ہیں بلکہ صحابہ کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک ائمہ مجتہدین اور علماء متقدمین و متاخرین کا اس بارے میں اختلاف تین طریقے پر چلا آتا ہے یعنے بعض صحابہؓ قائل تھے کہ نماز میں مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری اور بعض صحابہ اور تابعین وغیرہم قائل تھے کہ نماز سری میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے اور نماز جہری میں نہ پڑھے اور بعض صحابہ وغیرہم قائل تھے کہ نماز جہری ہو یا سری مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے مگر کسینے ایک دوسرے کی نماز کو باطل نہیں کہا ہے اور نہ کسینے اس قدر تشدد کیا ہے، بلکہ امام مالکؒ وغیرہ کا مذہب اون صحابہؓ کے موافق ہے جو کہتے ہیں کہ سری نماز میں مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے اور امام مالک کے ہمراہ سعید بن مسیب اور عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود اور سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن شہاب اور قتادہ اور عبد اللہ بن المبارک اور احمد بن حنبل اور اسحاق اور طبرانی اس مسلک کے طرف گئے ہیں اور جناب سیدنا علیؓ اور حضرت عمرؓ اور ابن مسعود سے اس بارہ میں روایت مختلف ہے بعضوں نے ان سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی سورۂ فاتحہ نہ جہری نماز میں پڑھے نہ سری میں اور بعضوں نے روایت کی ہے کہ سری میں پڑھے جہری نماز میں نہ پڑھے یعنی بعضوں نے روایت کی ہے کہ

سری میں پڑھے جہری میں نہ پڑھے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے بھی ایک قول یہی ہے اور عراق میں اس قول پر فتوی دیتے تھے اور یہی قول ابی بن کعب اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے چنانچہ تعلیق الممجد میں اس کے تصریح موجود ہے۔ اختلف فیہ العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم علی اقوال الاول انہ یقرأ مع الامام فی ما اسر ولا یقرأ فی ما جھر والیہ ذھب مالک وبہ قال سعید بن المسیب وعبید اللہ بن عبداللہ بن مسعود وسالم بن عبد اللہ بن عمر وابن شہاب وقتادہ وعبد اللہ بن المبارک واحمد واسحاق والطبری واختلف عن علی وعمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم ان الماموم لا یقرأ وراء الامام لا فی ما اسر ولا فی ما جھر وبہ قال الشافعی فی احد قولیہ بالعراق وھو المروی عن ابی بن کعب وعبد اللہ بن عمرؓ اور دوسرا قول صحابہ وغیرہم کا یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نماز جہری اور سری دونوں میں پڑھے اور یہی قول تھا امام شافعی کا مصر میں اور اسی قول پر اکثر اصحاب شافعی ہیں اور اوزاعی اور لیث ابن سعد اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے اور عبادہ بن الصامت اور عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے اور ابو ہریرہؓ سے روایت مختلف ہے اور عروہ بن زبیر اور سعید بن جبیر اور حسن بصری اور مکحول نے بھی یہی کہا

ہے چنانچہ اس کی تصریح بھی تعلیق الممجد اور سعایہ میں موجود ہے۔

الثانی انہ یقرأ بأم الکتاب فی ما جہر و فی ما اسر وبہ قال الشافعی بمصر و علیہ اکثر

والاوزاعی واللیث بن سعد و ابو ثور و ھو قول عبادۃ بن الصامت و عبد اللہ بن عباسؓ واختلف فیہ عن ابی ھریرۃ رضؓ وبہ قال عروۃ بن الزبیر و سعید بن جبیر و الحسن البصری و مکحول

اور تیسرا قول صحابہ وغیرہم کا یہ ہے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ نہ جہری نماز میں پڑھے نہ سری میں اور اسی کے ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب قائل ہیں اور صحابہ رضؓ میں سے جابر بن عبد اللہ رضؓ اور زید بن ثابت رضؓ وغیرہم بھی اس قول کی طرف گئے ہیں اور علی اور ابن مسعود رضؓ سے بھی یہی مروی ہے اور ابن عیینہ اور ابن ابی لیلے اور حسن بن صالح بن یحیی اور ابراہیم نخعی اور اصحاب ابن مسعود بھی اس کے قائل ہیں اسی طرح ذکر کیا ہے ابن عبد البر نے اپنی کتاب استذکار اور تمہید میں تعلیق الممجد اور سعایہ میں ہے۔ والثالث انہ لا یقرأ شیئا فی ما جہر و لا فی ما اسر وبہ قال ابو حنیفۃ رح واصحابہ وھو قول جابر بن عبد اللہ و زید بن ثابت و روی ذلک عن علی و ابن مسعود

به قال الثوار رحمہ و ابن عیینة و ابن ابی لیلے و الحسن بن صالح بن حیی و ابراھیم النخعی واصحاب ابن مسعود رض کذا ذکرہ ابن عبد البر فی الاستذکار و التمھید - پس اس سے ثابت ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ کا وجوب مقتدی پر اتفاقی نہیں ہے بلکہ جیسا اختلاف اب ہے اوسی طرح صحابہ و غیرہم کے زمانے سے چلا آتا ہے پس سورۂ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے سے نماز کو باطل کہنے والوں کا دعوے مردود ہے اور جب ہم نے سورۂ فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں تین قول پر اختلاف ثابت کردیا تو اب ہم ہر مذہب کے دلیل احادیث صریحہ سے بیان کرتے ہیں۔ پہلا قول اور مذہب امام مالکؒ اور اون کے موافقین کا ہے اور اوس کی دلیل یہ ہے عن ابی ھریرة رضان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰة جھر فیھا بالقرأة فقال ھل قرأمعی احد منکم آنفاً فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال فانی اقول مالی انازع القران قال فانتھی الناس عن القرأة مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیما یجھر فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الصلوٰت بالقرأة حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی

وقال حدیث حسن واخرجہ مالک فی الموطا والشافعی واحمد وابن ماجۃ وابن حبان ھکذا مذکور فی المنتقی والنیل ۱۲ ترجمہ روایت ہے ابی ہریرہ رض سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی نماز سے جسمیں قرأت جہر سے پڑھی تھی فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم میں سے کسینے قرآن کی تھی ایک شخص نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ جبھی کہتا تھا میں (یعنی دل میں) کہ آج مجھے کیا ہوا ہے کہ قرآن شریف میں مجھ سے کشاکشی کی جاتی ہے اور اوی نے کہا کہ لوگوں نے آپ سے یہ سنکر جہری نماز میں قرآت چھوڑ دی۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی۔ اور ترمذی نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور تخریج کی ہے اس حدیث کی مالک نے موطا میں اور شافعی اور احمد اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے اسی طرح تصریح کی ہے منتقی اور اوس کی شرح نیل میں ۱۲

ف اس حدیث کو اتنے ائمہ حدیث نے روایت کی اور اس پر عمل کیا ہے امام مالک اور سعید بن المسیب اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رض اور سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابن شہاب زہری اور قتادہ اور عبد اللہ بن المبارک اور احمد اور اسحاق اور طبری اور جناب ابی ابن کعب اور عبد اللہ بن عمر رض سے بھی یہی مروی ہے ؛

جیساکہ بیان اس کا اوپر گذر چکا ہے پس یہ تمام صحابہ اور تابعین وغیرہم قائل ہیں کہ جہری نماز میں مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اور یہ مضمون صراحتہً اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پس یہہ حدیث اون لوگوں کے جو دعوے کر رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ خلف الامام مقتدی پر نماز جہری اور نماز سری دونوں میں واجب ہے اور بدون سورۂ فاتحہ کے نماز جائز ہی نہیں ہوتی صریح مخالف ہے۔ اور جو تاویل و جرح اس حدیث پر ہے وہ کتب مبسوط سے معلوم فرما سکتے ہیں اور کچھ بیان اوس کا آگے آتا ہے، فقد بر[لہ] ۲۱

وعن عبادۃ بن الصامت رض قال صلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القراءۃ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یارسول اللہ ای واللہ قال لاتفعلوا الا بام القران فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا رواہ ابو داود والترمذی وفی لفظ فلاتقرؤا بشئ من القران اذا جہرت بہ الا بام القران رواہ ابوداؤد والنسائی والدارقطنی وقال رجالہ کلہم ثقات ۲۔

ترجمہ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

[لہ] بیان فریق ثانی کا جو قرأۃ سورۂ فاتحہ کو علی العموم واجب کہتے ہیں ۱۲ منہ

اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ پر قرآت بھاری
ہو گئی پھر جب کہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں سمجھتا
ہوں کہ تم امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو روای نے کہا کہ
ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ قسم خدا کی (ہم پڑھتے ہیں) م
آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو مگر سورہ فاتحہ (پڑھ لیا کرو)
کیونکہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں اس کو
ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے ۞ اور ایک روایت
میں یہ ہے کہ مت پڑھو قرآن میں سے کچھ جب کہ میں پکار
کے پڑھوں۔ مگر سورۂ فاتحہ۔ اس کو ابوداؤد اور لنسائی اور
دار قطنی نے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اس کے
سب راوی ثقہ ہیں ۞ وعن عبادۃ ان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم قال لا یقرأن احد منکم شیئا من القران اذا
جھرت بالقرأۃ الا بام القران رواہ الدارقطنی وقال
رجالہ کلھم ثقات ھکذا فی المنتقی اور عبادہ رضہ سے روایت
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی
قرآن نہ پڑھے جب کہ میں قرأت جہر سے پڑھوں۔ سوائے
سورہ فاتحہ کے۔ یعنے سورہ فاتحہ بحالات جہر امام بھی
مقتدی بھی پڑھ لے، اس کو دار قطنی نے روایت کیا اور
کہا کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں ف اگرچہ اس حدیث

کو دار قطنی نے صحیح کہا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ بتایا ہے مگر یہ دار قطنی کی جرأت ہے جیسے کہ ابن جوزی کو حدیث کے موضوع بتانے میں جرأت ہے اور دار قطنی نے ایک رسالہ دربارہ بسم اللہ کے لکھا ہے جس میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ مصلے جہری نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھے اور سری نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھے اور اس مضمون کی حدیثیں اوس رسالہ میں درج کردیں باوجودیکہ یہہ تمام حدیثیں بخاری اور مسلم کی روایات کے خلاف ہیں کیونکہ بخاری اور مسلم میں بالاتفاق یہہ ثابت ہے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھی جاوے خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری جیسے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ جب دار قطنی نے اپنا رسالہ تیار کیا تو علماء حرمین سے اوس پر دستخط کرانے کی خواہش کی اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ کیا یہہ حدیثیں صحیح ہیں۔ دار قطنی نے کہا ہاں صحیح ہیں تو علماء مکہ معظمہ نے کعبۃ اللہ کے نزدیک انکو قسم دے کر پوچھا کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ تو دار قطنی نے صاف انکار کر دیا۔ اب یہی دار قطنی حدیث مذکور کو صحیح فرماتے ہیں تو ان کی تصحیح کا کیا اعتبار۔ حدیث مذکور کی دار قطنی کے سوا اوروں نے بھی تخریج کی ہے مگر ایک روایت میں محمد ابن اسحاق راوی ہے

جو واقدی کے لقب سے مشہور ہیں ان کو امام مالک علیہ الرحمتہ نے کذاب اور دجال فرمایا ہے حاشیہ شرح نخبتہ الفکر اور حاشیہ الفیہ عراقی میں ہے اسی طرح یحییٰ بن قطان نے جن کو تمام ائمہ حدیث نے قابل سند تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ جس کو یحیٰ قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے، محمد بن اسحاق کی نسبت لکھا ہے اشہد ان محمد بن اسحق کذاب (میزان الاعتدال) اور علامہ شوکانی نے نیل میں محمدؐ بن اسحق کو متکلم فیہ لکھا ہے اور نسائی نے کہا کہ قوی نہیں ہے مسلم کے حاشیہ میں علامہ عبد العلی نے لکھا ہے کہ بہت سے ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو مجروح کہا ہے، مگر ہم فقط یحیٰ قطان کے قول کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کیونکہ ان کا جرح مفسّر ہے اور قواعد حدیث میں ہے کہ جب کسی شخص کو چند آدمی عادل اور ثقہ کہیں اور چند آدمی اوس کو ضعیف اور نا قابل استناد کہیں تو اگر کوئی شخص عارف بالاسباب اور مستند بوجہ تفصیلی ضعیف کہتا ہے تو اعتبار ضعف کا ہوگا۔ قال الحافظ بن حجر فے شرح نخبتہ الفکر والجرح مقدم علی التعدیل وان اطلق ذلک جماعۃ ولکن محلہ ان صدر مبینا من عارف باسبابہ لانہ ان کان غیر مفسر

لم یقدح فیمن ثبت عدالته وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر به ایضاً یعنے حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر یعنی جب کسی راوی کو چند آدمی اچھا اور مستند کہیں اور چند لوگ اوسکو برا اور ناقابل اعتبار بنادیں تو مقدم یہی رکھا جاوئے گا کہ وہ ناقابل اعتبار ہے اور ایک جماعت نے تو اس حکم کو عام رکھا ہے۔ لیکن اس بات کا موقع اوس وقت ہوگا کہ وہ جرح مفسر ہو اور ایسے شخص نے بیان کیا ہو جو جرح کے اسباب سے واقف ہو۔ کیونکہ اگر مفسر نہ ہوگا تو اس شخص کے لئے کچھ مضر نہوگا۔ جس کی عدالت ثابت ہوچکی ہے اور اگر ایسے شخص سے وہ جرح صادر ہو جو اسباب جرح کو نہیں جانتا تو اس جرح کا بھی اعتبار نہوگا۔ اور یہہ مسلم ہے کہ یحیٰ قطان اسباب جرح سے خوب واقف اور ماہر تھے چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ قال ابراھیم بن محمد التیمی ما رایت اعلم بالرجال من یحیی القطان یعنے ابراہیم تیمیؒ نے کہا ہے کہ میں نے کیسکو رجال کا عالم یحیٰ قطان سے زیادہ نہیں دیکھا اور یہ بھی مسلم ہے کہ لفظ کذاب جرح مفسر ہے پس محمدؐ بن اسحاق لامحالہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہوگا۔ قطع نظر

اس کے محمدؐ بن اسحاق مدلس ہے (مدلس ہونا حدیث کی روایت
میں ایک خاص قسم کا عیب ہے) تقریب میں اوسکو مدلس
لکھاہے اور علاّمہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ وفی حدیث
عبادۃ محمد بن اسحٰق بن یسار وھو مدلس قال النووی
ولیس فیہ الا التدلیس یعنے حدیث عبادہ میں محمدؐ بن
اسحاق بن یسار ہے اور مدلس ہے اور نووی نے کہا ہے کہ
محمدؐ بن اسحٰق میں فقط تدلیس ہے اور یہہ مسلم ہے کہ مدلس
جب لفظ عن سے روایت کرے تو وہ روایت متصل
نہیں سمجھی جائے گی اور یہ روایت جو محمدؐ بن اسحٰق سے
ترمذی وغیرہ میں مروی ہے اوس میں محمدؐ بن اسحٰق
نے لفظ عن سے روایت کی ہے پس یہہ روایت ضرور
منقطع ہوگی اور قابل حجّت نہ ہوگی چنانچہ علّامہ
بدرالدین عینی لکھتے ہیں، قلنا المدلس اذا قال عن
فلان لا یحتج بحدیث عند جمیع المحدثین مع انہ قد
کذبہ مالك و ضعفہ احمد و قال لا یصح الحدیث
عنہ و قال ابوزرعۃ الرازی لا یقضے لہ بشئ
یعنے بنایہ حاشیہ ہدایہ میں علاّمہ بدرالدین عینی تحریر
فرماتے ہیں کہ مدلس جب عن فلاں کہتے تو اوسکی حدیث
باتفاق محدثین حجت نہیں۔ باانہمہ اس کو یعنی محمدؐ بن

اسحاق کو) مالک نے جھوٹا کہا ہے اور امام احمد نے
ضعیف کہا ہے اور کہا کہ اوسکی حدیث صحیح نہیں اور
ابو زرعہ رازی نے کہا کہ اس کے لئے کوئی فیصلہ نہیں
کیا جاسکتا اور اسی طرح مدلس کی روایت مردود اور
غیر مقبول ہونے کی علامہ ابن حجر نے شرح نخبہ میں
تصریح کی ہے، وحکم من ثبت عنہ التدلیس اذا کان
عدلًا ان لا یقبل منہ الا ما صرح فیہ بالتحدیث
علی الاصح یعنی جس شخص سے تدلیس ثابت ہو جائے
اوس کا حکم جب کہ وہ عادل ہو یہ ہے کہ اوس کی حدیث
قبول نہ کی جائے تا وقتیکہ وہ تحدیث کی تصریح نہ کرے
اور ملا علی قاری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں وقیل لا
یقبل حدیثہ اصلا یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ حدیث
مدلس کی ہرگز قبول نہیں ہے، اور حدیث مذکور
ترمذی وغیرہ میں جہاں کہیں مروی ہے اوس میں محمد
ابن اسحٰق نے کسی جگہ حدثنا یا سمعتُ کے لفظ سے روایت
نہیں کی بلکہ لفظ عن فلان سے روایت کی ہے اور یہ
سماع اور عدم سماع دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ پس
ثابت ہوا کہ حسب تصریح کتب اصول حدیث محمد بن
اسحٰق کی قابل حجت پکڑنے کے نہیں ہے اور یہی حدیث

اون لوگوں کی عمدہ حجت تھی جو سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے واجب کہتے ہیں لیکن اس کا حال معلوم ہوگیا کہ یہ کس طرح قابل احتجاج نہیں اور اسی حدیث عبادہؓ کو ابو داؤد نے دو طریقوں سے اور روایت کیا ہے، ایک میں نافع بن محمود ہے اور وہ مجہول ہے چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے مستور من الثالثۃ۔ یعنی نافع پوشیدہ حال ہے طبقۂ ثالثہ سے اور الجوہر النقی میں ہے قال ابن عبد البر مجہول و قال الطحاوی لا یعرف یعنی ابن عبد البر نے کہا کہ وہ مجہول ہے اور طحاوی نے کہا کہ نہیں پہچانا جاتا ہے وہ اور دوسرے طریقے میں مکحول نے عبادہؓ سے روایت کی ہے مگر مکحول کی عبادہ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے چنانچہ ترمذی نے تصریح کی ہے و مکحول قد سمع من واثلہ بن الاسقع و انس بن مالک و ابی ہند الداری و یقال انہ لم یسمع من احد من اصحاب النبیؐ الا من ھولاء الثلثۃ یعنی کہا جاتا ہے کہ مکحول نے بجز ان تینوں کے اور کسی صحابی سے نہیں سنا ہے دیکھو ان تینوں میں عبادہ کا ذکر نہیں ہے اور علامہ حافظ بن حجر نے تہذیب میں فرمایا ہے قال ابو بکر البزار روی مکحول عن جماعۃ من الصحابۃ عن

عبادۃ وابی الدرداؑ وحذیفۃ وابی ہریرۃ وجابر ولم یسمع منھم یعنے ابو بکر بزار نے کہا کہ مکحول نے ایک گروہ صحابہ سے مثل عبادہ اور ابو درداء اور حذیفہ اور ابو ہریرہ اور جابر کے روایت کی ہے اور نہ سنا کسی سے نہیں پس جب مکحول کی عبادہ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے تو حدیث متصل نہ ٹھہری منقطع ہوگئی غرض یہ حدیث بوجوہ مذکورہ کس طرح لائق اعتماد اور قابل استناد نہیں ؛ وعن عبادۃ بن الصامت رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب رواہ الجماعۃ وفی لفظ لا تجزئ صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب رواہ الدار قطنی وقال اسنادہ صحیح عبادہ بن صامت رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں اس حدیث کو ایک جماعت محدثین نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے فاتحہ الکتاب نہیں پڑھی اس کی نماز کفایت نہیں کرتی اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے **ف** یہ حدیث اور اس مضمون کی اور حدیثیں جو روایت کی گئی ہیں وہ سب امام اور منفرد کے لیئے ہیں

مقتدی کا یہ حکم نہیں ہے اور اس کی تصریح ائمہ محدثین مثل
امام احمد اور سفیان ثوری اور زرقانی وغیرہ ہم سے ہم
نقل کریں گے، ۱۲ وعن عائشة رض قالت سمعت رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلاۃ لم
یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج رواہ احمد و
ابن ماجۃ ٭ اور عائشہ رض سے روایت ہے کہ میں نے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا
کہ جس نے بدون سورہ فاتحہ کے نماز پڑھی تو نماز
اس کی ناقص ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابن ماجہ
نے ۱۲ ف علامہ شوکانی رح نے نیل الاوطار میں تحریر
کیا ہے کہ یہ حدیث محمد ابن اسحاق کے طریق سے ہے
اور محمد بن اسحاق میں کلام ہے اور حاشیہ الفیہ عراقی وغیرہ
کتب اصول میں ہے کہ محمد بن اسحاق کو امام مالک اور
احمد بن حنبل رح نے کذاب دجال کہا ہے اور تقریب
التہذیب میں اس کو مدلس اور قدریہ کہا ہے چنانچہ تصریح
اس کی کماحقہ اوپر گذر چکی ہے لہذا یہ حدیث ضعیف
ہے قابل حجت نہیں وعن ابی ھریرۃ رض ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لا
صلاۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد رواہ

احمد و ابوداؤدہ ترجمہ اور ابی ہریرہؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم فرمایا
کہ باہر نکل کر پکارہ دو کہ بدون سورہ فاتحہ اور کچھ
زیادہ کے نماز نہیں ہوتی۔ روایت کیا اس کو احمد
اور ابوداؤد نے ۱۲ ف علامہ شوکانی نے نیل الاوطار
میں تصریح کی ہے کہ ابوداؤد نے اس حدیث کی تخریج
جعفر بن میمون کے طریق سے کی ہے اور امام نسائی سے
منقول ہو چکا ہے، یہ جعفر ثقہ نہیں ہے یعنے ضعیف
ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ جعفر قوی نہیں ہے اور
اور ابن عدی نے کہا ہے کہ جعفر کی حدیث ضعفا میں لکھی
جاتی ہے پس ان بیانات سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث
بھی ضعیف ہے اور حدیث ضعیف قابل حجت کے نہیں
ہے اور ترمذی میں ہے وردے ابوہریرۃ عن النبی
صلے اللہ علیہ وسلم قال من صلے صلوٰۃ لم یقرأفیھا
بام القرآن فھی خداج غیر تمام فقال لہ حامل
الحدیث انی اکون احیانا وراء الامام قال اقرأ
بھا فی نفسک ترجمہ ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز بدون
سورہ فاتحہ پڑھی تو نماز اس کی ناقص ہے کامل نہیں

توان سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کر کہ اس حدیث کو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ جہری نماز کے اندر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے باب میں یہ حدیث باعتبار سند کے صحیح ہے مگر یہہ حدیث ماؤل ہے اور تاویل اسکی امام مالک سے اوپر منقول ہو چکی ہے اور جسقدر حدیثیں اس باب میں وارد ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور دو ایک روایتیں جو صحیح ہیں تو ائمہ حدیث وفقہ نے ان کی تاویلیں کی ہیں کہ بدون سورہ فاتحہ کہ نماز نہ ہونے کا حکم مقتدی کے لئے نہیں ہے بلکہ امام اور منفرد کے لیئے ہے، چنانچہ اسی حدیث کے راوی سفیان ثوری ابوداؤد میں بعد تمام ہونے حدیث کے فرماتے ہیں لمن یصلی وحدہ اور اسی طرح امام حنبلؒ فرماتے ہیں چنانچہ جامع ترمذی میں ہے، واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلے رکعۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلے

اللہ علیہ وسلم تاوّل قول النبیؐ لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ یعنے احمد بن حنبل نے کہا کہ حضرتؐ کے قول لا صلاۃ الخ کے معنے یہ ہیں کہ جب نمازی منفرد ہو یعنے مقتدی نہو اور اس بات پر امام احمد نے حضرت جابر ابن عبد اللہ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اور سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اسکی نماز نہیں ہوئی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو امام احمد رح نے کہا کہ یہ جابر صحابی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تاویل کرتے ہیں الخ اور اسی طرح علامۂ زرقانی نے شرح موطا میں تحریر فرمایا ہے لکنہ محمول عند مالک ومن وافقہ علی الامام والفذ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا رواہ مسلم یعنی یہ حدیث لا صلاۃ الخ امام مالک اور ان کے موافقین کے نزدیک امام اور منفرد پر محمول ہے بوجہ فرمانے نبی علیہ السلام کے کہ جب امام پڑھے تو تم چپ رہو روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے یہہ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبل رح عمدۃ المحدثین اور استاذ الکل ہیں اور باوجودیکہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں پھر بھی بنظر انصاف فرماتے

ہیں کہ ان احادیث میں مقتدی کا حکم نہیں ہے بلکہ امام اور منفرد کا ہے اسی طرح علامہ طحاوی فرماتے ہیں وقال الطحاوی لیس فی حدیث ابی ھریرۃ و عائشۃ اللذین رویا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل صلاۃ لم یقرأ فیھا بام القران فھی خداج دلیل علی انہ اراد بذلک الصلوۃ التی تکون وراء الامام وقد یجوز ان یکون عنی بذلک الصلوۃ التی لا امام فیھا للمصلی واخرج من ذلک الماموم بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قراءۃ فجعل الماموم فی حکم من قرأ بقراءۃ امامہ فکان الماموم بذلک خارجا من قولہ کل من صلی صلاۃ فلم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج وقد رأینا ابا الدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک مثل ھذا فلم یکن ذلک عندہ علی الماموم بل علی من یصلی وحدہ وعلی الامام و اما حدیث عبادۃ فقد بین الامر واخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر الماً مومین بالقراءۃ خلفہ بفاتحۃ الکتاب فاردنا ان مالکا حدثہ عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نصرف من صلوٰة تجهر فيها بالقرأة فقال هل قرأ منكم معى احد فقال رجل نعم يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى اقول مالى انازع القرآن قال فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرأة من الصلوات حين سمعوا ذلك منه وعن جابر بن عبد الله ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأة له وعنه من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام فلما اختلف هذه الاثار المروية فى ذلك التمسنا حكمه من طريق النظر فرأيناهم جميعا لا يختلفون فى الرجل يأتى الامام وهو راكع انه يكبر ويركع معه ويعتد بتلك الركعة ولم يقرأ فيها شيئا فلما اجزاه ذلك فى حال خوف فوت الركعة احتمل ان يكون انما اجزاه ذلك لمكان الضرورة واحتمل ان يكون ذلك لان القرأة خلف الامام ليست فرضا عليه ورأيناهم انهم لا يختلفون ان من جاء الى امام وهو راكع فركع قبل دخوله فى الصلوٰة بتكبير ان ذلك لا يجزيه وان كان انما تركه لحال الضرورة وخوف فوت

الركعة فهذه صفة الفرائض فلما كانت القرأة
مخالفة لذلك وساقطة فى حال الضرورة كانت
من غير جنس ذلك فاقتضى النظر ان تكون ساقطة
فى غير حالة الضرورة ايضاً فلا تكون فريضة
انتهى۔ وقال محمد فى موطاه اخبرنا مالك ثنا نافع
عن ابن عمر انه كان اذا سئل هل يقرأ احد مع
الامام قال اذا صلى احدكم مع الامام فحسبه قرأة
الامام وكان ابن عمر لا يقرأ مع الامام وقال
اخبرنا مالك ثنا وهب بن كيسان انه سمع جابر
بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام
القران فلم يصل الا وراء الامام قال محمد اخبرنا
اسرائيل حدثنى موسى بن ابى عائشة عن عبد الله
بن شداد بن الهاد قال ام رسول الله صلى الله عليه وسلم
للناس فى العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه
الذى يليه فلما صلى قال لم غمزتنى قال كان رسول
الله صلى الله عليه وسلم قدامك فكرهت ان تقرأ
خلفه فسمعه النبى صلى الله عليه وسلم فقال
من كان له امام فان قرأته له قرأة وقال المحقق
ابن الهمام بعد سوق الاحاديث الكثيرة

فی ھذا الباب ویقدم دلیلنا لتقدم المنع علی الاطلاق
عند التعارض ولقوۃ السند فان حدیث المنع من
کان لہ امام اصح واطال فی الکلام واحسن فمن اراد
دالاحاطۃ فلیرجع الیہ ھکذا فی شرح ابی الطیب للترمذی
للترمذی یعنے علامہ طحاوی رح نے فرمایا ہے کہ ابی ہریرہ رض
اور عائشہ رض کی حدیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے کہ جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ
نماز ناقص ہے اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت
کی مراد اس نماز سے وہ نماز ہو جو امام کے پیچھے پڑھی جائے
بلکہ جائز ہے کہ اس نماز سے وہ نماز مراد ہو جو امام کے
پیچھے نہ ہو یہ حکم منفرد اور امام کا ہو اور مقتدی کو آنحضرت
نے بذریعہ اس فرمان کے کہ جس کے لئے امام ہو تو قراۃ
امام کی قراۃ مقتدی کی ہے اس حکم سے خارج کر دیا اور
امام کی قراۃ کو حکماً اس کے لئے قرآت قرار دے دی اور
من صلی صلوۃ لم یقرا فیہا الخ کے عموم سے اوسکو خارج
کر دیا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ابودرداء نے بھی آنحضرت سے اس
حدیث کو سنا ہے جس طرح ابوہریرہ۔ اور عائشہ رض نے سنا
ہے کل من صلے صلاۃ فلم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب
الخ باوجود اس کے ابوالدرداء کے نزدیک مقتدی پر

سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ حکم منفرد یا امام کا ہے ولیکن حدیث عبادہ کی صاف بیان کرتی ہے اور خبر دیتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے لئے بھی حکم قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا فرمایا ہے اب ہم چاہتے ہیں کہ نظر کریں کہ اس حدیث عبادہ کے مخالف کوئی اور حدیث ہے یا نہیں تو اُس کے مخالف وہ حدیث ہم نے پائی جو یونس نے ہم سے بیان کی۔ ابن وہب سے کہ امام مالک نے روایت کی ہے ابن شہاب زہری سے اور انہوں نے ابن اکیمہ لیثی سے اور انہوں نے ابی ہریرہ سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے ایک نماز سے کہ جس میں جہر سے قرأۃ پڑھی تھی پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے پڑھا ہے تو ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خیال کرتا تھا کہ میں کشاکش کیوں کیا جاتا ہوں یعنے نماز میں کہا راوی نے پھر باز رہے لوگ قرأۃ سے پیچھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اوس نماز میں جس میں حضرتؐ قرأۃ جہر سے پڑھتے تھے جب سے کہ یہہ فرماتے ہوئے سنا۔ (یعنے عتاب۔ اور ناراضی گی آپ کی) اور روایت ہے جابرؓ سے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس کے واسطے امام ہو تو امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ

ہے اور اسی طرح جابر کی دوسری حدیث ہے کہ جس نے نماز پڑھی۔ اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو پھر کچھ ضرورت مقتدی کو پڑھنے کی نہیں ہے) پس جب اس بارہ میں یہ مختلف روایات پائی جاتی ہیں تو ہم نے اس کا فیصلہ بطرق نظر کرنا چاہا تو ہم نے سب کو اس بارہ میں متفق دیکھا کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو ایسی حالت میں کہ امام رکوع میں ہو تو وہ شخص تکبیر کہے اور رکوع کرے اور وہ رکعت اس مقتدی کی شمار کی جائے گی باوجودیکہ اس مقتدی نے سورہ فاتحہ خلف الامام اس رکعت میں نہیں پڑھی ہے، پھر جب کہ یہ رکعت اسکی بغیر سورۂ فاتحہ کے ہوگئی تو اس میں دو احتمال ہیں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کفایت بہ سبب ضرورۃ کے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رکعت اس لئے ہوگئی کہ قرآۃ خلف الامام فرض نہیں ہے پھر ہم نے دیکھا کہ علماء اس بارہ میں مختلف نہیں ہیں کہ اگر کوئی شخص

(حاشیہ صفحہ ۲۵)

لے پس حدیث عبادہ سے ثابت ہوا کہ نماز سریہ میں مقتدی پڑھے اور جہری میں نہ پڑھے اور حدیث ماتقدم سے عموم ثابت ہو کہ مقتدی جہری اور سری دونوں میں پڑھے تو حدیث عبادہ کی حدیث ماتقدم کی مخالف اور ضد ہوئی ۱۲ منہ

امام کے ساتھہ رکوع کی حالت میں شامل ہو اور بغیر تکبیر تحریمہ کہنے رکوع میں چلا جائے تو اس کی یہہ رکعت نہ ہوگی اس پر سب متفق ہیں حالانکہ یہاں بھی تکبیر اس نے بوجہ ضرورت کے چھوڑی ہے مگر فرائض کی یہی حالت ہے کہ ان کا چھوڑنا ایسی ضرورت میں بھی جائز نہیں ہوتا پس جب کہ حکم قرآۃ کا اُس کے مخالف ہے اور قرآۃ ساقط ہو جاتی ہے، حالت ضرورۃ میں تو بے شک قرآنت اس کی جنس سے نہیں ہے یعنی فرض نہیں ہے تو یہ بات بالبداہتہ ثابت ہو گئی کہ قرآنت سورہ فاتحہ کی فرض نہیں ہے اور جب فرض نہیں ہے تو اس قرآنت کے بغیر ضرورۃ ترک ہونے میں بھی کچھ ضرر نہیں ہے اور امام محمدرح نے اپنے موطا میں فرمایا ہے کہ خبر دی ہمکو امام مالک نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے نافع نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر رضہ سے کہ جب میں ابن عمر سے سوال کرتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرآنت کرے تو ابن عمر جواب دیتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس مقتدی کو امام کی قرآنت کافی ہے اور ابن عمر رضہ خود بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے اور امام محمدرح نے کہا خبر دی ہمکو امام مالکرح نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے

وہب بن کیسان نے انہوں نے سنا جابر بن عبد اللہؓ سے کہ جس نے ایک رکعت بدون سورہ فاتحہ کے پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ مگر امام کے پیچھے یعنے امام کے پیچھے مقتدی نہ پڑھے اور کہا امام محمدؒ نے خبر دی ہم کو اسرائیل نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے اور انہوں نے عبد اللہ ابن شداد سے کہا انہوں نے امامت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نماز عصر میں کہا راوی نے پس قرأۃ کی ایک شخص نے آپ کے پیچھے تو اس کے پاس والے شخص نے اسکو انگلی سے اشارہ کیا۔ پس جب کہ نماز ہو گئی تو پڑھنے والے نے کہا کہ تو نے میرے انگلی کیوں ماری اس نے جواب دیا کہ حضرت تیری امامت کرتے تھے میں نے کروہ جانا کہ حضرتؐ کے پیچھے تو پڑھے۔ پس سن لیا حضرتؐ نے اس گفتگو کو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جسکا کوئی امام ہو تو امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے اور محقق علامہ ابن ہمام نے بعد ذکر احادیث منع کے کہا ہے کہ مقدم ہے ہماری دلیل مثبت قرأۃ خلف الامام پر بوجہ مقدم ہونے منع کے اثبات پر وقت تعارض کے اور بوجہ قوۃ سند کے کیونکہ حدیث منع کی من کان لہ امام

اصح ہے اور بہت طویل کلام کیا ہے اور اچھا کیا ہے پس
جسکا ارادہ احاطہ کرنے کا ہو وہ فتح القدیر کی طرف رجوع
کرے ۱۲ علاوہ اس کے احادیث صحیحہ لاصلاۃ الابفاتحہ
الکتاب کی دوسری تقریر یوں ہے کہ معمر نے اپنے شیخ
ابن شہاب زہری سے روایت کرنے میں لفظ فصاعدا
زیادہ کیا ہے حالانکہ دوسرے روای یونس اور سفیان
وغیرہ نے حدیث مذکور میں یہہ لفظ زیادہ نہیں کیا ہے
اور بعض روایتہ میں لفظ فمازاد کا ہے بنا برین معنے یہہ
ہوئے کہ جس نے نماز میں سورہ فاتحہ اور زیادہ سورہ فاتحہ
سے نہ پڑھا تو اسکی نماز نہیں ہوئی اور اس بات پر اتفاق
ہے کہ مقتدی پر سوائے فاتحہ الکتاب کے کسی نے اور کچھ
واجب نہیں کہا ہے۔ اگرچہ سورہ فاتحہ میں بھی اختلاف ہے
چنانچہ تصریح اس کی نیل میں موجود ہے قال الحافظ فی الفتح
وادعی ابن حبان والقرطبی وغیرھما الاجماع علی
عدم وجوب قدر زائد علی الفاتحۃ ۱
یعنے علامہ حافظ بن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے
کہ دعویٰ کیا ہے ابن حبان اور قرطبی وغیرہما نے اجماع
کا اس بات پر کہ فاتحہ سے زائد کچھ واجب نہیں ہے۔
پس اس صورت میں حدیث مذکور سے اور اسی مضمون

کی دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم ان احادیث کا منفرد اور امام پر منحصر ہے غیروں کو شامل نہیں ہے جس طرح سے جابر بن عبداللہ رضی سے ترمذی میں اور زید بن ثابت رضی سے مسلم میں اور عبداللہ بن عمر رضی سے موطا میں اور ابوالدردا سے طحاوی میں اور امام احمد بن حنبل سے جامع الترمذی میں اور سفیان ثوری سے ابوداؤد میں اور علامہ زرقانی سے شرح موطا میں اور مولانا عبدالحی مرحوم سے سعایہ اور تعلیق المجد میں اور علامہ ابن ہمام سے فتح القدیر میں اور علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری سے عینی میں منقول ہے اور اوپر ذکر اس کا ہو بھی چکا ہے اگر کوئی کہے کہ ابن شہاب سے یونس اور سفیان ثوری وغیرہما نے یہہ حدیث بے زیادت روایت کی ہے جیسے کہ معمر نے روایت کی ہے۔ لیکن سوائے معمر کے کسی نے فصاعدا اور فما زاد کو روایت نہیں کیا پس معمر تنہا مخالف اتنے ثقہ راویوں کے ہوئے تو معمر کی روایت ساقط ہونی چاہیئے اسکا جواب یہ ہے کہ معمر ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے گوکہ دوسروں نے اس زیادتی کو روایت نہیں کیا۔ پس اس بنا پر تاویلات علماء محدثین و مجتہدین کی جو اوپر مذکور ہیں تمام کی تمام درست اور صحیح اور قابلِ عمل ہیں۔ فتامل۔ اب ہم وہ دلائل پیش کرتے

ہیں جس سے ہمارے علماء حنفیہ کا مدعا ثابت اور مخالفوں
دعوی باطل ہوتا ہے ۱۲

دلیل اول قال اللہ عز وجل اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ۞ یعنے جب قرآن پڑھا جاوے تو سنو اور چپکے رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں اس آیۃ کریمہ سے دلیل لاتے ہیں اور لکھتے ہیں فان المطلوب امران الاستماع والانصات فیعمل بکل منہما والاول یختص بالجہریۃ والثانی لا فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراءۃ مطلقا یعنے اس آیت میں دو چیزیں مطلوب ہیں سُننا اور چپ رہنا پس دونوں پر عمل کیا جاوے گا اور سُننا خاص ہے جہری نماز کے ساتھ اور چپ رہنا نہیں پس مطلق باقی رہے گا۔ پس واجب ہوگا چپ رہنا عموماً قرأت کے وقت یعنے جہری نماز میں سننا اور چپ رہنا دونوں پر عمل ہو سکتا ہے اور سری نماز میں چونکہ سننا غیر ممکن ہے تو اللہ تعالے کے اس دوسرے حکم پر یعنے چپ رہنے پر عمل ہوگا بہر نوع مقتدی کو ہر نماز میں چپ رہنا چاہیئے کیونکہ اللہ پاک فرما چکا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو تم لوگ چپکے رہو اور چونکہ

امام سری اور جہری دونوں میں قرآت قرآن کرتا ہے لامحال
مقتدیوں کو دونوں حالتوں میں چپ رہنا پڑے گا۔ اس
جگہ غیر مقلدوں کا اعتراض ہے کہ یہ آیت دربارۂ خطبہ کی
نازل ہوئی ہے جیسا کہ معالم التنزیل میں بعض لوگوں کا قول
نقل کیا ہے اور قسطلانی میں بھی مذکور ہے اور امام فخرالدین
رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہہ قول سعید بن جبیر
اور مجاہد اور عطا کا ہے **جواب** اس کا یہ ہے اول تو یہ
قول چنداں معتبر نہیں کیونکہ قول مستند اور قابل اعتبار
یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ دربارۂ قرآت نماز کے نازل
ہوئی ہے، عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے قال علی بن
طلحۃ عن ابن عباس قولہ واذا قرئ القران یعنی فی
الصلوۃ المفروضۃ یعنے کہا علی بن طلحہ نے ابن عباس رض
سے کہ قول اللہ پاک کا واذا قرئ القرآن فرض نمازوں کے بارے
میں ہے اور حافظ جلال سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا
ہے اخرج عبد بن حمید والبیھقی فی القرأۃ عن ابی
العالیۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا صلے
باصحابہ فقرأ قرأ اصحابہ فنزلت ھذہ الآیۃ فسکت
القوم وقرأ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی
روایت کی عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت

ہیں ابو العالیہ سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے صحابہ کے ساتھ اور قرأت فرماتے تھے تو صحابہ بھی قرآت کرتے تھے۔ پس یہہ آیت اوتری توچپ ہوئے لوگ اور قرائت کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سنے اور امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں قول فیصل تحریر کردیا ہے یعنے اِس آیت کی شروع تفسیر میں لکھا ہے ذھب جماعۃ الی انہا فی القراۃ فی الصلوۃ یعنے پس ایک گروہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ یہہ آیت نماز کی قرآت کے بارے میں ہے اِس کے بعد امام بغوی نے اون لوگوں کا نام لیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ یہہ آیت خطبہ میں اوتری ہے یا دربارۂ کلام فی الصلوۃ وارد ہوئی ہے اور پھر اخیر میں فیصلہ منصفانہ کردیا۔ والاول اولیٰ وھو انہا فی القراۃ فی الصلوۃ (معالم التنزیل میں ہے کہ) پہلی بات اولیٰ ہے اور وہ یہ کہ آیت دربارہ قرآت کے ہے اور کہا قاضی ابن عبدالبر نے اجمعوا علی انہ لم یُرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما اراد الصلوۃ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا اصحہ ابن حنبل فاین المذھب عن السنۃ وظاھر القران۔ (زرقانی شرح موطا میں ہے)

یعنے لوگوں نے اجماع کیا ہے کہ اِس سے ہر وہ جگہ مراد
نہیں جہاں قرآن سنا جاوے بلکہ صرف نماز مراد ہے اور
گواہی دیتی ہے اسپر حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی امام کی شان میں کہ وہ جب پڑھے تو چپ رہو صحیح کہا
اس حدیث کو امام احمد ابن حنبل نے پس کہاں جانے کی جگہ
ہے حدیث اور ظاہر قرآن سے پس ان روایات سے
ثابت ہوا کہ یہ آیت بقول صحیح خطبہ میں نہیں وارد ہے بلکہ
لوگ نماز میں امام کے پیچھے قرآت کیا کرتے تھے اوس بارے
میں یہ آیت اتری ہے ثانیاً۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت
خطبہ کے بارے میں اوتری ہے تاہم معترض کو کچھ مفید نہیں
اس لیئے کہ سبب اگرچہ خاص ہو مگر حکم تو عام ہوتا ہے،
یعنے جب قرآن پڑھا جاوے تو سُننا اور چپ رہنا چاہیئے
پس مقتدی کے لیئے بھی یہ حکم واجب التعمیل ہوگا اور
پوری تفصیل آگے آتی ہے دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لوگ
امام کے پیچھے زور سے قراۃ کرتے تھے بلکہ نماز میں باتیں
کرتے تھے تب یہ آیت اوتری اور اس سے صرف یہ
مقصود ہے کہ نماز میں باتیں نہ کیجاویں یا انتہا یہ کہ زور
سے مقتدی لوگ قرأت قرآن نہ کریں پس اس سے حنفیوں
کا یہ دعوی کہ مطلق قرآن نہ پڑھا جاوے ثابت نہیں ہوتا

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ کسی بارے میں اوتری ہو مگر یہ دیکھو کہ خدا پاک نے کیا حکم دیا ہے یہ تو حکم نہیں دیا کہ نماز میں باتیں نہ کرو یہ تو نہیں فرمایا کہ زور سے قرأت نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ سنو اور چپ رہو پس جو حکم ہوا اوسکی تعمیل ہوگی نہ یہ کہ شان نزول کی وجہ سے آیت خاص کر لیا جاوے گی یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کوئی آیت کسی خاص موقع پر نازل ہوتی ہے تو جو حکم آیت میں ہوتا ہے وہ اس خاص موقع تک محدود نہیں رہتا بلکہ تعمیم حکم قائم رہتی ہے اور وہ حکم دوسری جگہ اور حالتوں سے بھی متعلق ہوتا ہے حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں اختلف اهل الاصول هل العبرة بعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول یعنے اختلاف کیا ہے اصول والوں نے اعتبار لفظ کے عام ہونیکا ہے یا سبب کے خاص ہونیکا اور صحیح ہم لوگوں کے نزدیک پہلا قول ہے (اسی طرح تفسیر اتقان میں ہے) قلت ومن الادلة علی اعتبار عموم اللفظ احتجاج الصحابة رضہ وغیرهم رضہ فی وقائع بعموم آیات نزلت علی اسباب خاصة شائعا ذائعا بینهم یعنے میں کہتا ہوں کہ لفظ کے عام ہونے کے اعتبار کی دلیلوں سے یہ ہے کہ صحابہ رضہ وغیرہم واقعات میں اون آیتوں کے عموم سے

استدلال کرتے تھے جو کسی خاص سبب سے نازل ہوئی تھیں اور یہہ بات اون میں شائع ذائع تھی اس کے بعد حافظ سیوطی نے صحابہ کے اقوال نقل کیئے ہیں غرض یہ مسلم ہے کہ جو حکم بطور عموم کے بیان کیا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ اُسکا شان نزول خاص ہے خاص نہیں ہو سکتا چنانچہ امام فخر الدین رازی شافعیؒ نے ان اعتراضات کو مجبوراً ضعیف تسلیم کر کے آیت کا یہہ جواب دیا ہے یعنے حنفیوں کی دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے، السوال الثالث وهو المعتمد ان نقول الفقهاء اجمعوا على انه يجوز تخصيص عموم القران بخبر الواحد فهب ان عموم قوله تعالى واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا يوجب سكوت الماموم عند قراءة الامام الا ان قوله عليه الصلوة والسلام لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب وقوله لا صلوة الا بفاتحة الكتاب اخص من ذلك العموم وثبت ان تخصيص عموم القران بخبر الواحد لازم فوجب المصير الى تخصيص عموم هذه الاية بهذا الخبر وهذا السوال حسن ۞ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ہی کر) یعنے تیسرا اعتراض اور وہ معتمد ہے یہ ہے کہ فقہا نے اجماع کیا ہے کہ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے پس تسلیم کرتے ہیں کہ اذا قرئ القرآن کا عموم واجب کرتا ہے

اس بات کو کہ جب امام قرآت کرے تو مقتدی چپ
رہیں مگر آنحضرتؐ کا یہ قول لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ
الکتاب اور یہ قول لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب خاص
ہے اس عموم سے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عموم قرآن
کی تخصیص خبر واحد سے ضرور ہے تو ضرور آیت کو اس
حدیث سے خاص کر لینا چاہیئے اور یہ اعتراض پسندیدہ
ہے دیکھو امام فخرالدین رازی نے باوجودیکہ شافعی ہیں
یہ تسلیم کیا کہ آیت قرآنی سے مقتدی کو امام کی قرآت کے
وقت چپ رہنا ضروری ثابت ہوتا ہے مگر امام شافعی
کی تقلید کیوجہ سے جواب یہ دیا کہ آیت سے قرآت فاتحہ
خارج ہے یعنے قرآت فاتحہ کی کرنا چاہیئے باقی چپ رہنا
چاہیئے سو اس قول امام رازی کا جواب آگے آتا ہے تیسرا
شبہ یہ ہے کہ یہ آیت اس حدیث نبوی سے مخصوص ہے
یعنے مقتدی کو فاتحہ چھوڑ کر اور کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے
جیساکہ ابھی امام رازی نے جواب دیا ہے اور قاضی
بیضاوی شافعی نے بھی یہی جواب دیا ہے۔ پہلا جواب
اولاً تو قرآن کی تخصیص ایسی حدیث سے نہیں ہو سکتی یہ
مسئلہ اصول میں کافی طور سے ثابت ہوا ہے اور یہ بات
ظاہر بھی ہے کیونکہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور حدیث

احاد غیر مشہور کا ثبوت ظنی ہے پس ظنی کو یقینی کا مخصص نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ حدیث خود مخصوص ہے یعنے مقتدی کے حق میں نہیں ہے اور اسکا بیان بتفصیل اس حدیث کی بحث میں آتا ہے۔ بہر نوع جب یہ حدیث دوسری حدیثوں سے مخصوص یا کم سے کم متعارض ہے تو قرآن پاک کے حکم کو کیا خاص کرے گی بلکہ خود وہ حدیث امام یا منفرد کے حق میں خاص ہو گی۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت سے صرف نماز جہری میں قرأت کی ممانعت نکلتی ہے کیونکہ آیت میں سننے کا حکم ہے اور سننا سری نماز میں ممکن نہیں پس یہ آیت صرف اُسی نماز سے متعلق ہو گی جس میں امام زور سے قرأت کرتا ہے یعنی جہری تو حنفیوں کا مدعا پورے طور سے نہ ثابت ہوا ۱۲

جواب آیت مذکورہ میں دو حکم مذکور ہیں ایک سننا دوسرا چپ رہنا۔ ایک حکم یعنی سننا نماز جہری کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا یعنے چپ رہنا دونوں قسم کی نمازوں سے متعلق ہے چنانچہ یہ مطلب صاحب فتح القدیر کی عبارت سے سابقا منقول ہوا یہ کلام الٰہی ہے اس کا نقطہ تک بیکار نہیں اور ہر لفظ سے نیا فائدہ اور جدا حکم مستنبط ہوتا ہے۔ پانچواں اعتراض یہ آیت ایک دوسری آیت سے معارض ہے اور وہ آیت یہ ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنے تم پڑھو

قرآن میں سے جو آسان ہو۔ پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا
کہ مقتدی کو بھی کچھ نہ کچھ قرآن پڑھنا چاہیئے اور آیت کریمہ
وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ سے ثابت ہوا کہ مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا
چاہیئے اور بالکل چپ رہنا چاہیئے پس دونوں آیتیں آپس
میں مخالف اور معارض ٹھہریں لہذا دونوں کا حکم ساقط ہو جائیگا
اس آیت کریمہ سے مقتدیوں کا چپ رہنا نہ ثابت ہوگا

جواب ان دونوں آیتوں میں کچھ تعارض نہیں ہے مطلب
کی غلط فہمی سے تعارض ثابت ہوتا ہے کیونکہ فاقرؤا سے
اسقدر معلوم ہوا کہ مقتدی سے بھی قرأت مطلوب ہے
سو ہم کہتے ہیں کہ مقتدی قرأت تو کرتا ہے مگر اس کی قرأت
کیا ہے امام کا قرأت کرنا یہ تو خود ہم کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بتادیا کہ مَنْ صلے خلف الامام فقرأۃ الامام
لہ قرأۃ یعنے جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت
عین مقتدی کی قرأت ہے پس مقتدی بحکم آیت کریمہ
وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ چپ بھی ہے اور آیت کریمہ فاقرؤا
کی تعمیل بھی کر رہا ہے اس طرحپر کہ قول رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا علامہ بدرالدین عینی بنایہ میں
لکھتے ہیں فان قلت قولہ علیہ السلام قرأۃ الامام لہ
قرأۃ معارض لقولہ تعالیٰ فاقرؤا فلا یجوز ترکہ

بخبر الواحد قلت جعل المقتدی قاریاً بقرأة الامام لا یلزم الترک پس ظاہر ہوگیا کہ دونوں آیتوں میں تعارض نہیں ہے اور ہر ایک اپنے حکم پر باقی ہے اور یہ بھی ایک قاعدہ مسلّمہ ہے کہ جب تعارض واقع ہو تو جہاں تک ممکن ہو جمع کریں گے نہ یہ کہ دونوں کو ساقط کر دیں چھٹا اعتراض آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو چپ رہنا چاہیئے پس ممکن ہے کہ جب امام سکتہ کرے تو اس وقت مقتدی قرأت کرے کہ آیت کریمہ کی مخالفت بھی نہ لازم آوے اس اس اعتراض کو امام فخر الدین تفسیر کبیر میں واحدی سے نقل فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں سلمنا ان اللفظ یفید العموم الا انا نقول بموجب الاٰیۃ وذلک لان عند الشافعیؒ یسکت الامام وحینئذ یقرأ المأموم الفاتحۃ فی حال سکتۃ الامام کما قال ابو سلمۃ للامام سکتتان فاغتنم القرأۃ فی ایھما شئت۔ یعنی ہم نے تسلیم کیا کہ لفظ عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر ہم بھی موجب آیت کے قائل ہیں اور یہ اس لئے کہ امام شافعی کے نزدیک یہ امر ہے کہ ساکتہ کرے امام اور اس وقت مقتدی قرأت کرے جیسا کہ ابو سلمہ نے کہا ہے کہ امام کے لیئے دو سکتے ہیں غنیمت سمجھو

قرأت کو اُن دونوں میں سے جس میں چاہو جواب خود امام رازی شافعی المذہب نے چند طرح سے اس کا جواب دیا ہے چنانچہ ایک جواب ہم نقل کرتے ہیں ولِلقائلٍ ان یقول سُکوتُ الامام اما ان نقول انہ من الواجبات او لیس من الواجبات والاولُ باطل بالاجماع والثانی یقتضی ان یجوز لہٗ ان یسکت فتقدیر ان لایسکت یلزم ان تحصل قرأۃ الامام فتلک تفضی الی ترک الاستماع والی ترک السکوت عند قرأۃ الامام ذلک علی خلاف النص۔ یعنی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ امام کا سکتہ واجب ہے یا نہیں واجب ہونا تو بالاجماع باطل ہے اور نہ واجب ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ امام کو سکتہ نکرنا جائز ہو پس اس تقدیر پر کہ امام سکتہ نکرے یہ لازم آوے گا کہ مقتدی امام کے ساتھ قرأت کرے اور یہ مفضی ہے طرف چھوڑنے استماع کے چھوڑ دینے سکوت کے بوقت قرأت امام کے اور یہ نص قرآنی کے خلاف ہے اور اخیر میں امام رازی لکھتے ہیں، فثبت انَّ ھذا السّوال الذی اورده الواحدی غیر جائزٍ یعنے پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض جو احدی نے کیا ہے درست نہیں ہے دیکھو امام رازی

کی تحریر سے بھی واضح ہوا کہ جو شخص قرأت فاتحہ سکتے ہیں
کرنے کا قائل ہے اس کو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ قرأت
فاتحہ مقتدی کو واجب اور ضروری نہیں عن ابی ھریرۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل
الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا
رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی وقال
مسلم ھو صحیح یعنے منتقی میں ابو ہریرہ رض نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ نے
امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ تم لوگ اسکی اقتدا کرو
پس جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تو
چپکے رہو روایت کیا اس حدیث کو احمد اور مسلم اور
ابوداؤد اور نسائی نے اور مسلم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے ۱۲
ف اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ مقتدی کو کسی
نماز میں خواہ وہ سری ہو یا جہری امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا
چاہیئے اور چپ رہنا چاہیئے اس حدیث صحیح سے
قولہ تعالی فاذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا
کے مطلب کی کافی توضیح ہو جاتی ہے جیسا کہ سابقاً قاضی
ابن عبد البر کے قول سے بحوالہ علامہ زرقانی شارح
موطاء مالک رح ثابت ہو چکا ہے اس حدیث کے معنی

چونکہ صاف صاف حنفیوں کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں اس واسطے حضرات غیر مقلدین وغیرہم اُس کے ضعیف ثابت کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ یہ فقرہ حدیث مذکور کا وہم ہے واذا قرأ فانصتو اور یہ وہم ابو خالد راوی حدیث مذکور سے ہوا ہے مگر یہ کہنا غیر مقلدین وغیرہم کا بحوالہ ابوداؤد کے تعصب سے خالی نہیں کیونکہ اکثر محدثین نے مثلاً علامہ عالم ربانی قاضی شوکانی کے تصریح کر دی ہے کہ ابوداؤد کا ابو خالد کی روایت میں فقرہ واذا قرأ فانصتوا کو وہم کہنا ابوداؤد کا وہم ہے اور جاننا چاہئے کہ اصل اعتراض دو امر پر مبنی ہے، ایک یہ کہ ابو خالد نے وہم کیا ہے اور دوسرے یہ کہ سلیمان تیمی نے اور اصحاب قتادہ سے مخالفت کی ہے یعنی یہ فقرہ قتادہ کے اور اصحاب نے روایت نہیں کیا ہے سو امر اول کا جواب تو یہ ہے کہ ابو خالد احمر وہ شخص ہے جس سے امام بخاری اور امام مسلم سند لیتے ہیں چنانچہ نیل الاوطار میں ہے حافظ منذری نے اپنے مختصر میں ابو داؤد پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے وھذا فیہ نظر فان ابا خالد الاحمر ھذا ھو سلیمان بن حبان وھو من الثقات الذی احتج بھم البخاری ومسلم ومع

هذا المنفرد بهذه الزيادة بل تابعة عليها ابو سعيد محمد بن سعد الانصاری الاشهلی المدنی نزیل البغدادی وقد سمع من ابن عجلان وهو ثقة وثقه یحیی بن معین و محمد بن عبد اللہ المخرمی وابو عبد الرحمن النسائی وقد اخرج هذه الزیادة النسائی فی سننه من حدیث ابی خالد الاحمر و من حدیث محمد بن سعد و قد اخرج مسلم فی الصحیح هذه الزیادة فی حدیث ابی موسی الاشعری من حدیث جریر بن عبد الحمید عن سلیمان التیمی عن قتادة قال المنذری و لم یؤثر عند مسلم تفرد سلیمان بذلك لثقته وحفظه وصحح هذه الزیادة یعنی مسلما الخ یعنے ابو داود کے قول میں نظر ہے کیونکہ یہ ابو خالد احمر سلیمان بن حبان ہے اور وہ ایسا ثقہ ہے کہ بخاری و مسلم نے اس سے استدلال کیا ہے اور پھر وہ اکیلا بھی نہیں ہے اس فقرہ واذا قرئ فانصتوا کے بڑھانے میں بلکہ اُس کی متابعت کی ہے ابو سعید محمد بن سعد انصاری نے الخ اور علامہ ملاذینی الجوہر النقی میں ابو خالد احمر کو ثقہ اور مستند ثابت کرکے لکھتے ہیں جیسا کہ نیل الاوطار کی عبارۃ مذکورہ

سے واضح ولائح ہے کہ وبھذا ایظہر ان الوھم لیس من
ابی خالد کمازعم ابو داؤد یعنے اس سے ظاہر ہوا کہ وہم
ابو خالد سے نہیں ہے جیساکہ ابو داؤد کو شبہ ہوا ہے باقی امر
ثانی کی یہ کیفیت ہے کہ سلیمان تیمی نے تمام اصحاب قتادہؒ
کی مخالفت بھی نہیں کی ہے جیساکہ علامہ شوکانی کی عبارۃ
نیل الاوطار سے واضح ہوتا ہے اور الجوہر النقی میں ہے؛
وقد تابعہ علی روایتہ سعید بن ابی عروبتہ و
عمرو بن عامر فرواہ عن قتادۃ کذلک اخرجہ
البیہقی من حدیث سالم بن نوح عنھما فبطل قول
ابی علی خالف اصحاب قتادہ کلھم یعنے سلیمان تیمی کی
روایت پر متابعت کی ہے سعید ابن ابی عروبہ و عمرو بن
عامر نے کہ اسی طرح قتادہؒ سے روایت کی ہے روایت
کیا اسکو بیہقی نے سالم بن نوح کی حدیث سے ان دونوں
سے پس باطل ہوا قول ابو علی کا کہ سلیمان نے سب اصحاب
قتادہ سے مخالفت کی ہے اور اس حدیث مذکور کے
صحیح ہونے کی اور دلیلیں بھی بہت ہیں وہ ہم نقل کرتے
ہیں۔ **دلیل اوّل** مسلم شریف میں اس فقرہ واذا قرأ فا
نصتوا کی نسبت لکھا ہے ھو عندی صحیح یعنے یہ فقرہ میرے
نزدیک صحیح ہے اور یہ مسلّم ہے کہ مسلم کی تصحیح ابو داؤد

کے جرح پر مقدم ہے، **دلیل ثانی** امام احمد بن حنبل
نے بھی اس فقرہ واذا قرأ فانصتوا کو صحیح لکھا ہے چنانچہ
علامہ زرقانی ابن عبد البر کا قول نقل کرتے ہیں، ویشهد
لہ قوله صلى الله عليه وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا
صححہ ابن حنبل فاين المذهب عن السنة وظاهر القرآن
یعنی شاہد ہے اس پر قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا امام کے بارے میں واذا قرأ فانصتوا صحیح کہا ہے اس
کو احمد ابن حنبلؒ نے پس کہاں جائیگی جگہ ہے حدیث اور
ظاہر قران سے **دلیل ثالث** امام ابن حزم نے بھی
اسکو صحیح کہا ہے الجوهر النقی میں ہے قلنا وابن حزم
صحح حدیث ابن عجلان یعنی کہتے ہیں کہ امام ابن حزم
نے صحیح لکھا ہے ابن عجلان کی حدیث کو **دلیل رابع**
امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے بنایہ
میں ہے وصحح ابن خزیمة حدیث ابن عجلان المذكور
فیہ تلك الزيادة یعنی ابن خزیمہ نے ابن عجلان کی
حدیث کو جس میں یہ بڑھا ہوا فقرہ مذکور ہے صحیح کہا ہے
اور قاعدہ اصول کو دیکھو وہ بھی اس فقرہ کو صحیح کہتا ہے
کیونکہ اصول حدیث کا یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ
جب راوی کوئی فقرہ دوسرے راویوں سے زیادہ

روایت کرے تو یہ دیکھیں گے کہ جس راوی نے وہ فقرہ بڑھایا ہے ثقہ ہے یا نہیں در صورت اول فقرہ زائد کو صحیح مانیں گے علامہ امام نووی لکھتے ہیں زیادات الثقہ مقبولۃ مطلقا عند الجماھیر من اھل الحدیث والفقہ والاصول یعنے ثقہ کی زیادتی مقبول ہے عموماً جمہور محدثین وفقہا و اصولیین کے نزدیک اور جب ثابت ہوا کہ ابو خالد احمر ثقہ ہے اور بخاری اور مسلم اُس سے استدلال کرتے ہیں اور سند لاتے ہیں تو اس کا بڑھایا ہوا فقرہ خواہ مخواہ مقبول ہو گا اور اسی طرح ابن عجلان کی زیادتی بھی مقبول ہو گی کیونکہ وہ خود ثقہ ہے اور دوسرے راویوں نے اس کی متابعت بھی کی ہے،

کما فی الجوھر النقی ابن عجلان وثقہ العجلی و فی الکمال لعبد الغنی ثقۃ کثیر الحدیث وذکر الدارقطنی اخرج لہ مسلم اخرج لہ فی صحیحہ فھذا کما مر زیادۃ ثقۃ وقد تابعہ علیھا خارجۃ ابن مصعب ویحیی بن العلاء کما ذکرہ البیہقی انتہے۔ یعنی ابن عجلان کو عجلی نے ثقہ لکھا ہے اور عبد الغنی کی کمال میں ہے کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہے اور دارقطنی نے ذکر کیا ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اسکی

حدیث روایت کی ہے پس یہ جیساکہ گذرا ثقہ کی زیادتی ہے اور اس کی متابعت خارجہ بن مصعب و یحیی بن العلانی کی ہے جیساکہ بیہقی نے ذکر کیا غرض اس حدیث کی صحت میں اب کسی محقق کو کیا بلکہ عامیوں کو بھی شک نکرنا چاہیئے ہم نے اس بحث کو ذرا طول دیا ہے تاکہ تاکہ ناظرین پر روشن ہو جائے کہ مذہب حنفی اس مسئلہ میں بے اصل نہیں ہے اور یہ بھی جانیں کہ معترضوں کے اعتراضات بے اصل قابل تردید ہیں۔ دوسری حدیث اور سنئے جس سے اور حدیثوں کی توضیح ہو جائے گی۔ وعن ابی موسیٰ قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا و علمنا صلوٰتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا و اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا امین یجبکم اللہ الخ رواہ احمد و مسلم والنسائی وابوداؤد یعنے ابو موسیٰ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سنایا ہم کو بیان کردیئے ہمارے واسطے طریقے ہمارے اور سکھائی ہم کو نماز ہماری پھر فرمایا جب کہ نماز پڑھو تو سیدھی کرو تم صفیں

اپنی پھر چاہیئے کہ امامت کرے تمہاری ایک تم میں سے
پھر جب کہ تکبیر کہے امام تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام
قرأت کرے تو تم چپ رہو اور جب امام غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین کہے تو آمین کہو قبول کرے گا خدا آخر
حدیث تک روایت کیا اس کو احمد اور مسلم اور نسائی اور
ابو داود نے **ف** اس حدیث کی تخریج بھی منتقی متن نیل
الاوطار میں کی ہے اور اس حدیث میں بھی وہی اعتراض
مخالفین کے ہیں اور جوابات بھی مثل اجوبہ سابقہ کے ہیں
دوبارہ اعادہ کرنا طول بلاطائل ہے اب ناظرین انصاف
فرماویں کہ جس فقرہ کو ابو داود وہم اور غیر صحیح فرمائیں اسی
فقرہ کو مسلم بجا اور صحیح فرمائیں اور بھی چند محدثین تو اب
موازنہ کیا جاوے کہ ابو داود اور مسلم میں سے کس کو ترجیح
دیجائے تو محدثین مقلدین اور غیر مقلدین کے نزدیک
یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ تصحیح مسلم کی مقدم ہے ماسوائے
بخاری کے تمام محدثین پر جیساکہ شرح نخبۃ الفکر اور الفیہ
عراقی اور اس کے شرح میں اس کی تصریح تمام ہے من شاء
فلیرجع لیس اے مخالفین فبای حدیث بعدہ یومنون
تیسری حدیث بھی لیجیئے وعن ابی ھریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا

بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل
نعم یا رسول الله قال انی اقول مالی انازع القرآن
قال فانتهی الناس القراءة مع رسول الله صلی الله
علیه وسلم فیما یجهر فیه رسول الله صلی الله علیه
وسلم من الصلوٰة بالقراءة حین سمعوا ذلک من رسول
الله صلی الله علیه وسلم رواه الترمذی ومالک
وابن ماجة وابوداؤد والنسائی وقال الترمذی حسن
یعنے ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز سے پھرے جس میں قرآت
آپ نے زور سے فرمائی تھی پس فرمایا تم لوگوں میں سے
کس نے میرے ساتھ قرآت کی ہے۔ ایک شخص نے
عرض کی ہاں یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا جبھی تو میں
کہتا تھا کہ مجھ سے کیوں تنازع کیا جاتا ہے قرآن میں
راوی کہتا ہے کہ پس لوگ باز رہے قرآت کرنے سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جہری میں
جب کہ یہ بات آنحضرتؐ سے سنی روایت کیا اس حدیث
کو ترمذی اور مالک اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے
اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے پس اس حدیث
سے ثابت ہوا کہ نماز جہری میں قرآت کرنا مقتدیوں

کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرا اور صحابہ نے
قرأت کرنا بالکل چھوڑ دیا۔ اس حدیث سے استدلال کرنے
پر مخالفین نے چند اعتراض کئے ہیں پہلا یہ فقرہ فانتہی الناس
یعنی لوگ قرأت سے باز آئے زہری کا قول ہے کہ جیسا
کہ بہت سے محدثین نے لکھا ہے۔ پس مرفوع نہوا لہذا یہ
حدیث حجت نہیں ہوگی۔ جواب ہمارا استدلال
قول زہری سے ہی نہیں ہے ہمارا استدلال تو قول رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنے مالی انازع القرآن
سے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت
نہیں کرنا چاہیئے کہ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے اور
جس کے مطابق صحابہ نے قرأت کرنا چھوڑ دیا۔ دوسرا
اعتراض یہ مقتدی آہستہ سے قرأت کرے گا پس اسوقت
تنازع نہ واقع ہوگا بعض مخالفین ترمذی سے نقل کرتے
ہیں کہ اس آیت سے قرأت خلف الامام کا منع ہونا نہیں
نکلتا۔ کیونکہ یہ روایت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے اور
انہیں نے جب اس حدیث کو روایت کیا تھا کہ من
صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القران فھی خداج غیر تمام
یعنے جو شخص ایسی نماز پڑھے کہ اس میں الحمد اللہ نہ پڑھے
تو وہ نماز ناقص ہے۔ تو ان سے سوال ہوا کہ امام کے پیچھے

کیا کیا جاوے پس ابوہریرہ رض نے جواب دیا کہ اقرأ بہا فی نفسک یعنی اپنے جی میں پڑھو تو معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام منع نہیں ہے کیونکہ اگر منع ہوتی تو ابوہریرہ رض آہستہ پڑھنے کا حکم کیوں دیتے چنانچہ بعض ہم عصر غیر مقلدوں نے اسی طرح لکھا ہے

جواب - اول تو ہم منازعت کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے اُس کے معنے لکھتے ہیں پھر اصلی جواب پیش نظر ناظرین کرینگے دیکھو علامہ زرقانی شارح مؤطا امام مالک اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں قال ابوعبد الملك اى اذا جهرت بالقراءة فان قرأتم ورائى فكانما تنازعونى فى القرآن الذى اقرأ ولكن انصتوا وقال الباجى ومعنى منازعتهم له ان لا يفردوه بالقراءة ويقرؤا معه - یعنے کہا ابوعبدالملک نے مطلب یہ ہے کہ جب میں نے پڑھا زور سے پس اگر تم نے میرے پیچھے پڑھا تو جھگڑا کیا - قرآن میں جس کو میں پڑھتا ہوں لیکن ہاں چپکے رہو تم لوگ اور علامہ باجی رح نے کہا منازعت کے معنے یہ ہیں کہ اُن کو تنہا نہ پڑھنے دیں اور اُن کے ساتھ خود بھی پڑھیں - پس جو معنی منازعت کے ہیں وہ ہر حالت میں پائے جاتے ہیں

خواہ مقتدی زور سے پڑھے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ابو
عبد الملک و علامہ باجی سے منقول ہے اور یہی وجہ
ہے کہ صحابہ رض نے قطعاً قرآت کرنا نماز جہری میں چھوڑ
دیا نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ زور سے اور اگر زور سے
پڑھنا صرف منع ہوتا تو آنحضرتؐ صحابہ رض سے یہ فرماتے
کہ تم لوگ بالکل قرآت مت چھوڑو بلکہ آہستہ پڑھا
کرو اور قاضی ابن عبد البر کی سند سے علامہ زرقانی
لکھتے ہیں۔ وعموم الحدیث یقتضی ان لا یجوز القراۃ
مع الامام اذا جہر بام القرآن ولا غیرھا یعنے عموم
حدیث اس بات کو چاہتا ہے کہ قرآت کرنا امام کے
ساتھ نا جائز ہے جب امام زور سے قرآت کرے نہ
الحمد اللہ پڑھنا جائز ہے نہ اور کچھ پس ثابت ہوا کہ مطلب
حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو کسی طرح پر پڑھنا نہ چاہیئے
اب قول ابو ہریرہ رض کا جواب سنو۔ یہ قول ابو ہریرہ کا اپنے
جی میں پڑھو اس وقت کا ہے کہ جب انہوں نے یہ حدیث
روایت کی من صلی صلاۃ الخ اور یہ حدیث جو منازعت
کی ہم نے نقل کی ہے اُس وقت ابو ہریرہ رض نے یہ نہیں
فرمایا تھا پس دوسری حدیث کی مطلب کو جو حضرت
ابو ہریرہ رض نے بیان کیا تھا اس حدیث میں ملانا بالکل

تاویل مالا یرضی بہ القائل ہے قطع نظر اسکے بہت سے صحابہ نے جو مطلب حدیث کا سمجھا اور جس کے بنا پر مطلق قرأت کو ترک کر دیا ہم اُسے اختیار کریں یا ایک ابو ہریرہ رض کے قول کو۔ آا دہر یہ بھی مسلم نہیں کہ قرأت فی النفس آہستہ پڑھنے کو کہتے ہیں کیونکہ بہت سے علما۔ اس کے یہ معنے لیتے ہیں کہ نفس میں قرأت کرو یعنے امام جو پڑھے اُسکو غور کرو اور سوچو چنانچہ عیسے اور ابن نافع سے یہ قول علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے کہ مراد دل سے سوچنا ہے بغیر اس کے کہ زبان سے پڑھے باقی اس قول پر یہ اعتراض کرنا کہ دل سے غور کرنے کو قرأت نہیں کہہ سکتے صحیح نہیں ہے کیونکہ عام طور پر قرأت نہ کہیں نہ کہیں مگر قرأت نفسے تو کہہ سکتے ہیں جس طرح سے سوچنے کو اردو محاورہ میں کہتے ہیں کہ دل ہی دل میں باتیں کرتا ہے۔ غرض حدیث سے جو حکم صاف طور سے نکلتا ہے اس میں تاویلات سے کارروائی کرنا غیر مقلدین گوارا کریں تو اُن کو اختیار ہے۔ مگر ہم تو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں علاوہ اس کے تیسرا جواب وہ ہے کہ جو اوپر بالتفصیل گذر چکا ہے من صلی صلاۃ الخ اور لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب منفرد اور امام کے واسطے حکم ہے مقتدی کے واسطے یہ حکم نہیں ہے کیونکہ بہت سے علماء غیر احناف بھی قائل

ہیں کہ مراد اِس حدیث سے منفرد ہے چنانچہ علامہ سفیان
راوی حدیث مذکور تلمیذ ابن شہاب زہری بعد نقل کرنے
حدیث کے ابوداؤد میں ای لمن یصلی وحدہ تصریح
فرماتے ہیں اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے جامع ترمذی
میں منقول ہے کہ یہ حکم منفرد کا ہے مقتدی کا نہیں ہے
باوجود اس کے بعض روایت میں اخیر فقرہ فصاعداً کا
اور زائدہ کا زیادہ ہے اور اوپر گذر چکا ہے کہ کسی کے نزدیک
مقتدی پر سورہ فاتحہ سے زیادہ کوئی دوسری سورۃ
پڑھنا واجب نہیں ہے تو یہ فقرۂ زائدہ بھی دلیل ہے کہ
یہ حکم مقتدی کا نہیں ہے اور راوی اس فقرہ کا معمر ہے،
اور معمر ثقہ ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے چنانچہ کتب
اصول سے تصریح اس کی گذر چکی ہے فتأمل چوتھی حدیث
وعن جابر رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من کان لہ امام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ رواہ ابن ماجۃ
یعنے روایت ہے جابر بن عبداللہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے واسطے امام ہو
تو قرأۃ امام کی اسکے واسطے قرأۃ ہے روایت کیا اسکو
ابن ماجہ نے **ف** یعنے مقتدی پر قرأۃ واجب
نہیں ہے عام اسبات سے کہ سورہ فاتحہ ہو یا اور

پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں راوی جابر جعفی ضعیف ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث مذکور میں ضعیف فقط جابر جعفی سے ہے اور جابر جعفی کا ضعیف ہونا مختلف فیہ ہے کیونکہ بہت لوگوں نے اسکو ثقہ بھی کہا ہے اور پھر جرح بھی مبہم ہے اور جرح مبہم پر توثیق مقدم ہے جیسا کہ تعلیق الممجد میں اس کی تصریح ہے وفیہ جابر الجعفی متکلم فیہ قد وثقہ سفیان وشعبة والثوری وغیرهم هکذا فی میزان الاعتدال یعنے اس حدیث میں جابر جعفی ہے اور اس میں کلام کیا گیا ہے اور توثیق کی ہے اس کی سفیان بن عیینہ اور شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہم نے جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے علاوہ اس کے اگر ہم تسلیم کر لیں کہ جابر جعفی ضعیف ہے تاہم یہ حدیث بہت طرق سے وارد ہے اور حدیث ضعیف جب طرق کثیرہ سے وارد ہو تو بنا بر قاعدہ مسلمہ اصول کے درجہ حسن کو پہونچ جاتی ہے اور حدیث حسن حجت ہے قال العینی قد ذکرنا ان الضعیف قد یتقوی بالصحیح ویقوی بعضها بعضاً الخ کما فی السعایة والبنایة علاوہ اس کے جابر جعفی کی متابعت لیث نے کی ہے اور لیث سے ثقات نے روایتیں کی ہیں پس

بنابراس کے بھی حدیث مذکور قابل حجت ہے اخرجہ
ابن عدے والدارقطنی عن الحسین بن صالح عن لیث
بن ابی سلیم وجابر عن ابی الزبیر مرفوعا نحوہ قال
بن عدی ھذا معروف بجابر الجعفی ولکن الحسین بن صالح
قرنہ باللیث واللیث ضعفہ احمد والنسائی وابن
معین ولکنہ مع ضعفہ یکتب حدیثہ فان الثقات
رووا عنہ کشعبۃ الخ پانچویں حدیث وقال محمدؒ
اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابوالحسن موسے بن
ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن جابر
بن عبد اللہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من
صلے خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ ۱ھ
یعنے جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز پڑھے امام کے پیچھے تو قرآۃ
امام کی اس کے واسطے قرآۃ ہے روایت کیا اس حدیث
کو امام محمدؒ نے موطا میں ف علامہ عینیؒ نے بنایہ میں لکھا
ہے کہ یہ حدیث ابی حنیفہؒ کی صحیح ہے کیونکہ ابوحنیفہؒ
تو ابوحنیفہ ہی ہیں یعنی مجتہد اور عابد اور متقی اور ثقہ
بے نظیر ہیں کہ مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے
شمال تک ان کا مقبول بارگاہ ہونا معروف ومشہور ہے

اور موسے بن ابی عائشہ کوفی ثقہ اور اثبات اور رجال صحیحین میں سے ہیں اور عبد اللہ بن شداد کبار شامیین اور ثقات میں سے ہیں چنانچہ سعایہ اور تعلیق الممجد میں ہے قال العینی فی البنایۃ حدیث ابی حنیفۃ حدیث صحیح امام ابو حنیفہ فابو حنیفۃ وموسیٰ بن ابی عائشۃ الکوفی من الثقات الاثبات من رجال الصحیحین وعبد اللّٰہ بن شداد من کبار الشامیین وثقاتہم اور علامہ ابن ہمام رح نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ حدیث من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ کو حفاظ حدیث نے مرفوع روایت نہیں کیا اُن کا قول صحیح نہیں کیونکہ احمد بن منیع نے اس طرح روایت کی ہے نا اسحاق الازرق نا سفیان وشریک عن موسیٰ ابن عائشۃ عن ابن شداد عن جابر قال و نا جریر عن موسیٰ بن ابی عائشۃ مرفوعا ولم یذکر عن جابر و رواہ عبد بن حمید نا ابو نعیم نا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعا فھولاء سفیان وشریک وجریر وابو الزبیر رفعوہ بالطرق الصحیحۃ فبطل عدھم فی لم یرفعہ اور عینی رح نے بنایہ اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ یحیی بن معین سے ابو حنیفہ

کے حال سے سوال کیا گیا تو یحیٰ نے کہا کہ ابو حنیفہ رح ثقہ ہے میں نے کسی کو نہیں سنا اس نے ابو حنیفہ رح کو ضعیف کہا ہو اور شعبہ بن حجاج لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ رح سے روایت کی جائے اور یہ بھی کہا ہے کہ ابو حنیفہ ثقہ اہل صدق سے ہیں اور متہم بالکذب نہ تھے اور ماموں فی دین اللہ اور صدوق تھے فن حدیث میں الخ سئل یحییٰ بن معین عن ابی حنیفۃ رح فقال ثقۃ ما سمعت۔ احد اضعفہ هذا شعبۃ بن الحجاج یکتب الیہ ان یحدث و قال ایضا کان ابو حنیفۃ ثقۃ من اهل الصدق ولم یتہم بالکذب وکان ماموناً علی دین اللہ صدوقاً فی الحدیث و اثنی علیہ جماعۃ من الائمۃ الکبار مثل ابن المبارک وابن العیینۃ والاعمش والثوری وعبد الرزاق وحماد بن زید ووکیع وکان یفتی برایہ الائمۃ الثلاثۃ مالک والشافعی واحمد واخرون قال العینی بعد نقل هذه العبارات فقد ظهر لنا من هذه تحامل الدار قطنی علیہ وتعصبہ الفاسد فمن این لہ تضعیف ابی حنیفۃ رض وهو مستحق التضعیف وقد روی فی مسندہ احادیث سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وموضوعۃ انتهی ۱۲

چھٹی حدیث وعن ابن عمر رض انہ کان اذا سئل ھل یقرأ احد مع الامام قال اذا صلی احدکم مع الامام فحسبہ قرأۃ الامام وکان ابن عمر رض لایقرأ مع الامام رواہ مالک فی المؤطا یعنے ابن عمر رض سے مروی ہے کہ جب وہ سوال کئے جاتے کہ امام کے پیچھے کوئی قرأۃ کرے تو جواب میں فرماتے کہ جب کوئی امام کے ہمراہ نماز پڑھے تو اس کو امام کی قرأۃ کافی ہے اور ابن عمر رض ہمراہ امام کے نہیں پڑھتے تھے روایت کیا اس کو مالک نے موطا میں **ف** یہ حدیث اگرچہ عبد اللہ ابن عمر رض پر موقوف ہے مگر یہ معلوم ہے کہ یہ کمال درجہ کے تابعدار حضرت صلعم کے تھے یہاں تک کہ بخاری مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول خدا جس جگہ بیٹھے ہوتے یا لیٹے ہوتے اس جگہ بدون ضرورۃ کے محض اتباع نبوی کے لئے آپ نشست کرتے یا پہلو زمین پر لگاتے تھے یا جس لباس کو حضرت صلعم پسند کرتے تھے اُسی کو آپ پسند کرتے تھے باوجود اتباع بلیغ کے جب یہ حکم فرماتے ہیں تو ضرور اس میں بھی متابعت حضرت صلعم کی ہے کیونکہ یہ صحابی جلیل القدر عبادلہ ثلاثہ میں سے ہیں پھر کیونکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کر سکتے ہیں پس اس حدیث سے

بھی ثابت ہوا کہ مقتدی پر قرأة خلف الامام واجب نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بدون قرأت سورۃ فاتحہ کے مقتدی کی نماز درست ہے، ساتویں حدیث؛ وعن جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام رواه مالك والترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح یعنی جابر بن عبد اللہ رض سے مروی ہے کہ فرماتے تھے جو نماز پڑھے اور اس میں سورہ فاتحہ اسنے نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر جب کہ پیچھے امام کے ہو (یعنی اس وقت کچھ ضرر نہیں) روایت کیا اس حدیث کو امام مالک اور ترمذی نے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ۱۲ آٹھویں حدیث وعن ابی سعید ن الخدری مرفوعا من کان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه الطبرانی فی معجمه الاوسط عن محمد بن الاصبهانی عن ابیه عن جده عن ابن عبد الله عن الحسن بن صالح عن هارون العبدی یعنی ابو سعید خدری رض سے مرفوعا مروی ہے کہ جس شخص کا کوئی امام ہو تو قرأة امام کی اس کے واسطے قرأة ہے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط میں الخ ف ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جابر اور ابو سعید خدری رض کا بھی یہ مذہب ہے کہ مقتدی پر سورہ

فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے اور بدون سورہ فاتحہ پڑھے
کے مقتدی کی نماز جائز ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس
حدیث کو ابن علسی نے کامل میں اسمٰعیل بن عمرو بن نجیح
سے روایت کیا ہے، اور یہ حسن بن صالح سے از روئے
سند اور متن کے متحد ہے ولیکن اسمٰعیل راوی مذکور کی کسی
نے متابعت نہیں کی تو جواب یہ ہے کہ زیلعیؒ نے ثابت
کر دیا ہے کہ اسمٰعیل کی متابعت نضر بن عبداللہ نے کی ہے
جس طرح کہ طبرانی نے تخریج کی نوین حدیث وعن عطاء
بن یسار انہ سال زید بن ثابت عن القرأۃ مع
الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شئی رواہ مسلم
یعنی عطا بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن
ثابت سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کا سوال کیا تو زید
بن ثابت نے فرمایا کہ امام کے ہمراہ کسی نماز میں قرأت
نہیں روایت کیا اس کو مسلم نے ۱۲ ف یہ حدیث موقوف
صحیح مسلم کی ان حدیثوں میں سے ہے جن سے دوسری
حدیثوں کو تقویت ہوتی ہے اور مسلم نے اس کو باب سجود
التلاوۃ میں روایت کیا ہے اور اس سے بھی ثابت ہو گیا
ہے کہ جلیل القدر صحابی رئیس القراء زید بن ثابت کے نزدیک
بھی سورۃ فاتحہ خلف الامام مقتدی کو پڑھنا واجب نہیں

ہے اور بدون قرأۃ سورۃ فاتحہ کے مقتدی کی نماز جائز وصحیح ہے دسویں حدیث وعن سالم بن عمر قال کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام فسألت القاسم بن محمد عن ذلک فقال ان ترکت فقد ترکہ ناس یقتدی بھم وان قرأت فقد قرأ ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ رواہ محمد فی الموطا یعنی سالم بن عمر نے کہا کہ ابن عمر نہیں پڑھتے تھے امام کے پیچھے تو سوال کیا میں نے قاسم بن محمد سے اس بات کا (یعنی امام کے پیچھے پڑھنے کا) تو کہا قاسم بن محمد نے کہ اگر نہ پڑھے تو (یعنی امام کے پیچھے) تو البتہ ترک کیا ہے اس کو ایسے لوگوں نے کہ تابعداری کی جاتے اُن کی اور اگر پڑھے تو البتہ پڑھا ہے ایسے لوگوں نے کہ اُن کی تابعداری اور پیروی کی جاتی ہے اور قاسم بن محمدؒ اُن لوگوں میں سے ہیں جو نہیں پڑھتے تھے روایت کیا اس حدیث کو امام محمدؒ نے موطا میں گیارہویں حدیث وعن ابی وائل قال سئل ابن مسعود عن القرأۃ خلف الامام فقال انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا سیکفیک ذاک الامام رواہ محمد فی الموطا یعنی روایت ہے ابی وائل سے کہا انھوں نے کہ سوال کیے گئے عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأۃ سے

تو کہا چپ رہ کیونکہ نماز میں ایک شغل ہے اور کافی ہے تجھکو قرأۃ امام کی روایت کیا اسکو امام محمد نے موطا میں ٭

بارھویں حدیث۔ وعن علقمة ان عبد الله بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فی ما یجهر فیه و فی ما یخافت لا فی الاولیین و لا فی الاخریین رواه محمد فی الموطا اور علقمہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نہیں پڑھتے تھے امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں اور نہ سری نماز میں نہ اولیین میں اور نہ آخرین میں روایت کیا محمد نے موطا میں۔ تیرھویں حدیث وعن عبد الله بن مقسم انه سال ابن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد الله رض فقالوا لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوت رواه الطحاوی یعنے عبد اللہ بن مقسم نے سوال کیا ابن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رض سے قرأت خلف الامام سے تو تینوں نے فرمایا نہ قرأۃ کی جاوے امام کے پیچھے کسی نماز میں روایت کیا اس کو طحاوی نے چودھویں حدیث وعن کثیر بن مرة الحضرمی عن ابی الدرداء سمعه یقول سئل رسول الله صلی الله علیه و سلم افی کل صلوة قراءة قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه فالتفت

الدرداء وكنت اقرب القوم منه فقال ما ارى الامام
اذا ام القوم الا قد كفاهم رواه النسائی یعنی
کثیر بن مرة الحضرمی ابی الدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ کہتے تھے
ابی الدرداء سوال کیا گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا
ہر نماز میں قراۃ ہے تو فرمایا ہاں کہا ایک شخص نے انصار میں
سے کہ واجب ہوئی یہ قرآت تو متوجہ ہوئے میری طرف
درانحالیکہ میں اقرب القوم تھا پھر فرمایا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ
امام جب کسی کی امامت کرے تو وہ اُن کے لیئے کافی ہے
(یعنی اس کی قرآت قوم کے لئے قرآت ہے) روایت کیا
اس حدیث کو نسائی نے **ف** اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حدیث
اگرچہ نسائی نے روایت کی ہے مگر خود نسائی نے لکھدیا ہے
کہ اس حدیث کا ثبوت نہیں بلکہ یہ قول ابی الدرداء کا ہے،
جواب اس کا یہ ہے کہ نسائی کا یہ کہنا دعوی بلا دلیل ہے
اور دعوی بلا دلیل غیر مقبول ہے علامہ ابن ہمام نے اس پر
قدح کیا ہے وہ یہ ہے، قال ابن الهمام فی فتح القدیر بعد ولم
یکن هذا من قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم بل من کلام
ابی الدرداء فلم یکن لیروے فی کل صلاۃ قراۃ
ثم یعتقد بقراۃ الامام عن المقتدی الا لعلم عنده
فیه عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس یہ

آثار اور حدیثیں اور ان کے علاوہ آثار صحابہ اور بھی بہت کثرت
سے ہیں جو بسبب خوف طوالت کے چھوڑ کر اور انہیں حدیثوں پر
کفایت کر کے کہتا ہوں کہ حنفی مذہب کے یہ دلائل ہیں اور
صاحب ہدایہ نے ترک قرأۃ مقتدی پر اجماع صحابہ کا نقل
کیا ہے اور علامہ عینی نے کہا کہ صاحب ہدایہ کا اجماع صحابہ نقل
کرنا باعتبار اتفاق اکثر صحابہ کے ہے اور منع قرأۃ کو اسی صحابہ
سے نقل کیا ہے جن میں حضرت علی مرتضی اور عبادلہ ثلثہ یعنی
عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ عباس رض بھی ہیں؛
اور شیخ امام عبد اللہ ابن یعقوب کشف الاسرار میں عبد اللہ بن
زید بن اسلم اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ دس
صحابہ جو قرأت خلف الامام کو بہت سختی سے منع کرتے
تھے۔ وہ سیدنا۔ ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی اور عبد الرحمن
بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر اور ابن عباس رضوان
اللہ علیہم اجمعین ہیں اب ہیں وہ اعتراضات مع جوابوں کے
ذکر کرتا ہوں جو مخالفین ادلہ حنفیہ پر وارد کرتے ہیں تنبیہ
اعتراض اول حدیث قرأۃ الامام قرأۃ بجمیع طرق ضعیف
ہے وقد اجمع الحفاظ علے ضعفہ کما ذکرہ ابن حجر
فی فتح الباری جواب اس کا یہ ہے کہ ضعف اس
حدیث کا مخل مقصود نہیں ہے کیونکہ اس ضعف کا جبر کثرۃ

طرق سے ہو گیا ہے جیسا کہ یہ قاعدہ اصول کا اپنے موضوع
پر ثابت و مبرہن ہے باوجود اس کے اس حدیث کے بعض
طرق سالم عن القدح ہیں چنانچہ قاضی شوکانی نے فوائد المجموعہ
میں کہا ہے کہ حدیث لا تجزی صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ
الکتاب الا ان یکون ورآء الامام کی اسناد میں محمد بن اشوش
متہم اور متروک ہے باوجود اس کے تم جانتے ہو کہ اس حدیث
کو مالک اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے
کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی طرح طحاوی نے اس حدیث
کو چند طرق سے روایت کیا ہے مگر اُن میں یہ محمد بن اشوش نہیں
ہے پس اس سے صاف واضح دلائح ہو گیا کہ جن لوگوں نے علی العموم
اس حدیث کے کل طرق کو ضعیف کہدیا ہے اُن کا یہ حکم کلی خطا
اور دھوکا ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ زید بن ثابت سے بھی
مسلم شریف میں یہ حدیث وارد ہے چنانچہ اوپر گذر چکی پھر کیسے
اس حدیث کے کل طرق کو ضعیف کہنے والوں کا قول صحیح ہو سکتا
ہے ۱۲ اعتراض دوم یہ حدیث محمول ہے ترک جہر بالقراءۃ خلف
الامام پر اور محمول ہے سورت پر نہ فاتحہ پر جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ
نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فجر کی نماز پڑھی پھر فرمایا شاید تم پڑھتے ہو امام کے پیچھے
تو ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ حضرت م نے فرمایا ایسا مت

کرو سوائے فاتحہ کا پس یہ حدیث مبین ہے اُس حدیث الا
ان یکون وراء الامام کی کہ مراد اس میں الحمد کی سوا سورت کی
قرأت ہے جواب اس کا علامہ عینی نے یہہ دیا ہے
کہ اس حدیث میں کوئی بیان قرأۃ خلف الامام کا نہیں ہے اور
فرق درمیان جہر اور سر کے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں
اسقاط واجب کا ساتھ مسنون کے ہوتا ہے اُن کے نزدیک
بلکہ امام محمد رح نے ابو حنیفہ رح سے تصریح اس کی بایں طور کی ہے کہ
یہ قصہ نماز عصر میں ہوا ہے اور وہ نماز سری ہے اور یہ تصریح باطل
کرتی ہے تاویل مذکور کو ۱۲ اعتراض ثالث یہ ہے کہ حدیث
الا وراء الامام کی معارض ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن
کے لازم آتا ہے ابطال قطعی کا ساتھ خبر واحد کے جواب اس
کا فتح القدیر وغیرہ میں منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو
واجب ہے خاص کرنا عموم آیت کو اس حدیث سے بنا بر
مذہب خصم کے علی الاطلاق پس نکل گیا اس سے مقتدی فہو المطلوب
اور ہمارے طریقہ حنفیہ پر بھی اس آیت کی تخصیص اس صحیح حدیث
سے کر سکتے ہیں کیونکہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے اس لئے
کہ مدرک رکوع بالاتفاق مدرک رکعت ہے تو جائز ہو گئی تخصیص
اس کی خبر واحد سے بلکہ کہا جاتا ہے کہ مقتدی کے لئے بھی شرعاً
قرأت ثابت ہے کیونکہ قرأۃ امام کی قرأۃ مقتدی کی ہے پھر

باوجود اس کے اگر مقتدی پڑھے تو نماز میں دو قرائتیں ہوتی ہیں
اور یہ غیر مشروع ہے **اعتراض رابع** وہ ہے جو امام بخاریؒ
نے اپنے رسالہ قرأۃ خلف الامام میں امام ابی حنیفہؒ کے رد
میں لکھا ہے کہ قرأۃ خلف الامام کو منع کرنے والا استدلال کرتا
ہے آیت فاستمعوا لہ وانصتوا سے اور یہ حجت منقوض ہے
ساتھ ثنا پڑھنے کے یعنے حنفی مذہب میں ثنا امام کے پیچھے پڑھنا
جائز ہے باوجودیکہ یہ مستحب ہے اور قرأۃ خلف الامام فرض ہے
پھر تعجب ہے کہ ابوحنیفہ ثنا پڑھنے کا تو امام کے پیچھے حکم دیں
اور استماع پر عمل نہ کریں اور فاتحہ کی اجازت نہ دیں تو ابوحنیفہؒ
کے نزدیک فرض یعنی قرأۃ سنت یعنی ثنا سے بھی کم درجہ
ہے اور یہ صریح خلاف ہے، پھر بخاریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے
ہیں کہ ابوحنیفہؒ سے پوچھا جائے کہ جب امام قرأۃ جہر سے نہ
پڑھے تو مقتدی اُس کے پیچھے پڑھے یا نہیں اگر کہیں کہ نہیں تو غلط
ہے کیونکہ یہاں استماع نہیں ہوتا، اور ابن عباسؓ سے مروی
ہے کہ فاستمعوا لہ وانصتوا خطبہ کے بارے میں اتری ہے اور
اگر کوئی یہ بھی کہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے تاہم
یہ ہوسکتا ہے کہ مقتدی سکتات امام میں پڑھے اور سکتہ کرنا امام کا
حدیث سے ثابت ہے کہ حضرتؐ دو سکتے کرتے تھے جیسا کہ
ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور میمون اور سعید بن جبیر وغیرہم جائز

سمجھتے تھے قرأت مقتدی کی بوقت سکوت امام کے عملاً بقول لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور مقتدی کے چپ رہنے کے بوقت قرأت امام کے قائل تھے بوجہ آیت فاستمعوا لہ وانصتوا کے اور استدلال کیا ہے ابو حنیفہ نے حدیث من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ سے یہ حدیث اہل علم کے نزدیک ثابت نہیں نہ اہل حجاز کے نزدیک نہ اہل عراق کے کیونکہ یہ حدیث مرسل اور منقطع ہے مرسل اسلئے کہ اس حدیث کو عبداللہ بن شداد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور منقطع اس طرح کہ حسن بن صالح جابر الجعفی سے اور وہ ابی الزبیر سے اور یہ جابر رض سے روایت کرتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ جابر جعفی نے ابی الزبیر سے سنا ہے یا نہیں۔ اگر سماع ثابت بھی ہو تو تاہم سورۃ فاتحہ اس سے مستثنےٰ ہے یعنی من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ الا فاتحۃ الکتاب اور ایک اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو داؤد بن قیس نے ایک شخص سے اولاد سعد سے روایت کیا ہے اور وہ شخص روایت کرتا ہے سعد سے کہا سعد نے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارا ہو۔ یہ مرسل ہے اور سند میں ایک شخص مجہول ہے اور اس حدیث سے بھی حجت پکڑی ہے

جس کو ابو حبان نے سلمہ ابن کہیل سے انہوں نے ابراہیم سے انھوں نے عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہا عبد اللہ نے دوست رکھتا ہوں میں کہ جو امام کے پیچھے قرأۃ کرے اس کا منہ انگارے سے بھر جائے اور یہ بھی مرسل ہے حجت پکڑنے کے لئے قابل نہیں ہے اس کے علاوہ عون نے ابراہیم سے سلمہ کے خلاف روایت کی ہے کہ اس میں نار آگ بدلے رضفا ہے پھر یہ ساری باتیں اہل علم کے شایاں نہیں دو وجہ سے اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتلاعنو ابلعنۃ اللہ ولاتعذبو ابعذاب اللہ تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اہل علم یوں کہے کہ امام کے پیچھے قرآت کرنے والے کے منہ میں آگ ہو (جو خدا کا عذاب ہے) دوسرے یہ کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآت کرتے تھے اُن کے مُنہ میں آگ لگے ہونے کی کون آرزو کر سکتا ہے جیسے کہ عمر اور ابی ابن کعب اور حذیفہ اور علی بن ابی طالب اور ابی ہریرہ اور عائشہ اور عبادہ بن صامت اور ابی سعید خدری اور ابن عمر رض اور ان کے علاوہ وہ صحابی جو قرآت خلف الامام کو جائز سمجھتے تھے۔ کیا ان کے منہ گرم پتھر اور انگارا در مٹی کے لائق ہیں اور حجت پکڑتے تھے اس حدیث سے جسکو روایت کیا ہے عمر بن محمد نے موسے بن سعید سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے کہا زید بن ثابت نے کہ جس نے

قرآت خلف الامام کی اُس کے نماز نہیں ہے مگر اس سند میں
بعض کا سماع بعض سے معلوم نہیں ہوتا۔ اور نقل اس سند کے صحیح نہیں ہے
اور روایت کی سلیمان تیمی اور عمر بن عامر نے قتادہ سے انہوں نے
یونس بن جبیر سے انہوں نے حطان سے انہوں نے ابی موسیٰ سے
اپنی حدیث طویل میں واذا قرأ فانصتوا۔ یعنے آنحضرت نے فرمایا
ہے کہ جب امام پڑھے تو چپ رہو حالانکہ سلیمان نے قتادہ سے
اور قتادہ نے یونس سے اور ہشام اور سعید اور ابو عوانہ اور
ابو ہمام اور ابان بن یزید وغیرہ نے قتادہ سے یہ حدیث روایت
کی ہے مگر اُن لوگوں نے واذا قرأ فانصتوا کو حدیث میں ذکر
نہیں کیا اور یہ زیادتی اگر صحیح بھی ہو تو محمول ہوگی۔ ماسوائے
سورہ فاتحہ پر اور ابو خالد الاحمر نے ابن عجلان سے اُنہوں نی
زید بن اسلم وغیرہ سے اُنہوں نے ابو صالح سے انہوں نے ابو
ہریرہ رضہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے انما جعل الامام

۱؎ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان اصحاب کے منہ میں انکار ہو کیونکہ احتمال ہے ان سے پڑھنا جو منقول ہے وہ قبل وعید کے ہو اور بعد وعید اور ممانعت کے پڑھنا موقوف کیا ہو چنانچہ عبداللہ بن عمر اور ابی ہریرہ اور زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسعود اور علی ابن طالب رضہ وغیرہم سے نہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے تو پھر ان میں سے کسی کی نماز کو باطل کہہ سکتے ہو جیسا کہ بعض متعصب غیر مقلد حنفیوں کی نماز کے بطلان کا حکم دیتے ہیں ۱۲ منہ

لیثوتم به اور اُس میں واذا قرأ فانصتوا زیادہ کیا ہے اور نہیں معلوم
ہوتی یہ زیادتی مگر حدیث سے ابوخالد کے امام احمدؒ نے کہا ہے
کہ ابوخالد کو میں جانتا ہوں کہ مدلس ہے اور اس روایت کو لیث
اور بکیر نے ابن عجلان سے انھوں نے ابی الزناد سے اُنہوں نے ابی
ہریرہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ زیادتی نہیں ہے اور
مانحن قرأت سے یہ بھی کہا جائے کہ اہل علم کا اسبات پر اتفاق ہے کہ
امام جماعت کی جانب سے کسی فرض کا متحمل نہیں ہوتا پھر تم قائل ہو کہ
امام فرض قرأت میں مقتدیوں کو کافی ہوتا ہے باوجود اس کے یہ بھی کہتے
ہو کہ امام سنتوں یاں مثل ثنا تسبیح وغیرہ کے مقتدیوں کو کافی نہیں
ہوتا پس اس سے معلوم ہوا کہ تمہارے نزدیک فرض کم درجہ ہے تطوع
سے یہاں تک تھا کلام بخاری کا اقول وباللہ التوفیق ومنہ
الوصول الی سواء الطریق مولانا عبدالحی لکھنوی رح اپنے تالیفات
میں مثل سعایہ وغیرہ کے تحریر فرماتے ہیں کہ تعجب کرتا ہوں امام بخاری
سے کہ کیونکر جرأت کی امام ابوحنیفہ کے رد کی ایسے کلمات ضعیفہ سے
باوجود جلالت شان اور عظمت کے کیونکہ امام بخاری نے اس جگہ جو کلام
ابوحنیفہ رح پر کیا ہے وہ سراسر مخدوش ہے کوئی کلام خدشہ سے خالی
نہیں ہے اما اولاً بخاری کا یہ قول وھذا منقوض بالثناء اس میں خدشہ
ظاہر ہے کیونکہ ہمارے اصحاب حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جب
مقتدی نماز میں داخل ہوا اور امام جہر سے قرأۃ پڑھتا ہو تو مقتدی

نہ ثنا پڑھے نہ اور کچھ۔ اس پر استماع واجب ہے ہاں اگر مقتدی
نماز میں داخل ہو اور امام آہستہ قرأۃ کرتا ہو تو مقتدی ثنا پڑھے پس
کچھ نقص نہ رہا اور یہی مطلوب ہے **اعتراض دوم** کا
جواب بخاری رح کا قول والقرأۃ فرض۔ اطلاق اس کا ہمارے نزدیک
غیر مسلم ہے بلکہ قرأۃ فرض ہے امام اور منفرد کے حق میں اور
مقتدی پر استماع فرض ہے بمقتضاء قولہ تعالےٰ فاستمعوا لہ
پس نہیں لازم آتا مقتدی کو ترک قرأۃ سے ترک فرض۔ کیونکہ
قرأۃ مقتدی پر فرض نہیں ہے جواب تیسرے اعتراض کا یہ
ہے کہ بخاری رح کا کہنا ویقال لہ الخ بھی صحیح نہیں کیونکہ آیت سے
فقط حالت جہر امام میں واجب استماع ثابت کرنا مقصود تھا نہ
مطلقاً ترک قرأت پس اگر اس سے سری نماز میں مقتدی کا سکوت
ثابت نہ ہو تو ہمکو کچھ مضر نہیں ہے علاوہ اس کے یہ بھی کہا جاسکتا
ہے کہ مطلوب آیت کریمہ سے دو امر ہیں ایک استماع دوسرا انصات
پس دونوں پر عمل کیا جانا ضروری ہے اول نماز جہری کے ساتھ
خاص ہے اور ثانی نماز سری سے تعلق رکھتا ہے پس واجب ہے
سکوت کرنا مقتدی کا وقت قرأۃ امام کے جواب اعتراض چہارم
بخاری رح کا کہنا روی عن ابن عباس الخ نزول اس آیت کریمہ کا
خطبہ میں ہو تو بھی ہمارے مقصود کے منافی نہیں ہے کیونکہ اعتبار
اطلاق لفظ کا ہے شان نزول کیساتھ حکم خاص نہیں ہوجاتا یعنی مورد اگرچہ

خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے پس حکم وجوب استماع کا اگر نزد لآیت
کریمہ کا خطبہ میں بھی ہوتا ہم خطبہ کیساتھ خاص نہ ہوگا بلکہ یہ حکم بوجہ اہتمام قرآن
کے ہی اور وہ اہتمام بالقرآن نماز میں بھی موجود ہے پس فرض ہوا استماع
قرآن کا نماز میں بھی جواب اعتراض پنجم کا قول بخاری کا وقد روی
عن سمرۃ الخ اگرچہ احادیث سے دو سکتے ثابت ہیں ایک سکتہ بعد
تکبیر قبل شروع قرأت کے اور ایک سکتہ قرأت سے فارغ ہونے کے
بعد مگر ثابت ہونا ایسے سکتہ طویلہ کا جسمیں قرأۃ فاتحہ سے مقتدی
فارغ ہو جاتے محال ہے ومن ادعی فعلیہ البیان جواب اعتراض ششم کا قول
بخاری رح کا ھذا لم تثبت الخ اس سے فقط صحت مصطلحہ کا عدم لازم
آتا ہے ترک احتجاج بالکلیہ لازم نہیں آتا جواب اعتراض ہفتم نہ ثابت
ہونا اہل حجاز اور اہل عراق کے نزدیک مضر نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث کر
کوفیوں کے نزدیک ثابت ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے چنانچہ کتب
اصول اس سے مملو ہیں جواب اعتراض ہشتم کا بخاری کا لا رسالہ کہنا بھی
مضر نہیں کیونکہ مرسل حدیث ہمارے نزدیک حجت ہے جواب اعتراض نہم
کا کہنا امام بخاری کا ولو ثبت فیکون الفاتحۃ الخ یہ دعویٰ امام
بخاری رح کا بلا دلیل ہے ہم کہینگے قرأۃ مقتدی کی مستثنا ہے حدیث
لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے جواب اعتراض دہم کا پھر کہنا
بخاری کا وھذا مرسل الخ مرسل ہمارے نزدیک مقبول ہے لہذا
اسمیں ہمکو کچھ ضرر نہیں ہے جواب اعتراض یازدہم قول بخاری کا ولم

ولم یعرف الرجل ولا سمع الخ زیادہ سے زیادہ اس خاص طریقہ
سے یہ حدیث معتبر نہ ہوگی باقی اور طریقے اسکے جو قوی اور موید
بالاثار ہیں وہ قابل عمل اور لائق استناد ہونگے - جواب اعتراض
دوازدہم کا قول بخاری کا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مت لعنت کرو کسیکو ساتھ لعنت خدا کی اور مت عذاب کرو
ساتھ عذاب خدا کے اس میں عذاب دینے کی نہی ہے ڈرانے کے
اور تخویف کی نہی نہیں ہے بلکہ تخویف اور ترہیب کے لئے اس قسم
کے الفاظ خود بخاری اور مسلم کی روایت سے ثابت ہیں ابوہریرہ
فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ میں
نے ارادہ کیا کہ موذن کو حکم دوں کہ وہ اذان کہے پھر کسیکو حکم کروں
کہ وہ نماز پڑھائے پھر اپنے آدمیوں کے ساتھ لکڑیاں لیکر اُن لوگوں
کے یہاں جاؤں جو نماز میں نہیں آتے اور اُن کے گھروں میں آگ
لگادوں یعنے جی چاہتا ہے کہ جو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے
اور اپنے مکانوں میں بیٹھے رہتے ہیں ان کو مکان میں بند کرکے
مکان جلادوں تاکہ وہ بھی جل جائیں دیکھو اس میں بھی مثل احادیث
مذکورہ کے تخویف ہے پھر جو جواب امام بخاری اس روایتہ کا دیں
گے وہی جواب حنفیہ اُس روایت کا دینگے سیزدہم اعتراض کا جواب
کہنا امام بخاری کا ولم یذکر سلیمان الخ نہ ذکر کرنا اسکا سماع
کو کچھ مضر نہیں کیونکہ ذکر کرنا اور شئے ہے اور علم سماع شئے دیگر ہے

اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور ثقہ ہونا اسکا بدلائل ناطقہ اظہر من الشمس ہے اعادہ کی حاجت نہیں جواب اعتراض چہاردہم کا قول بخاری کا ولا یصح یحمل علی ماسوی الفاتحۃ الخ جواب اس کا یہ ہے کہ اس حمل پر کیا دلیل ہے جو دلیل ہو وہ پیش کیجاتے کیونکہ کلام کو معنی ظاہر بتنادر سے پھیر کے دوسرے معنے پر بلا دلیل لیجانا محال ہے پس اس کے واسطے کوئی دلیل جلی ہونی چاہیئے اور یہ غیر ممکن الوجود ہے جواب اعتراض پانزدہم کا قول بخاری کا ولا یعرف ھذا الا من حدیث خالد الخ جواب اس کا یہ ہے کہ ابو خالد ثقہ ہے توثیق کی ہے ایک جماعت کثیرہ اور جمہور نے اور بعض کا جرح مبہم مخالف ہے جماعت وجمہور کے اور یہ جرح کچھ مضر نہیں چنانچہ تصریح اسکی گذر چکی ہے جواب اعتراض شانزدہم کا قول بخاری رحمہ اللہ ولم یتابع ابو خالد فی زیادتہ الخ جواب اسکا یہ ہے کہ محمد بن سعد وغیرہ نے متابعت اسکی اس زیادتی میں کی ہے جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذر چکا ہے دوبارہ اعادہ کرنے کی حاجت نہیں ہے جواب اعتراض ہفدہم کا قول بخاری کا ویقال لھذا القائل الخ جواب اس کا یہ ہے کہ اس قائل نے جو کچھ کہا ہے بوجہ متابعت نصوص واردہ کے کہا ہے نہ بجز درائی کے کہ قول بخاری کا اُن کے طرف عائد ہو ؛

تنبیہ عاجز ہیچمدان ناظرین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ میں نے یہ تینوں اقوال مع تاویل وجرح اور مع سوال وجواب کے لکھے ہیں اس سے کسی پر اعتراض یا عناداً جرح وطعن مقصود نہیں ہے

بلکہ فقط اظہار حق مقصود ہے تاکہ متعصب طعن سے باز آئیں اُمید
کہ ناظرین اِس کے عیبوں کو دور کرکے زینت اصلاح سے مزین
فرمائیں ورنہ اظہار عیوب سے سکوت فرما کر پردہ پوشی کریں۔
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ تاریخ
اختتام ۱۳۔ رمضان المبارک ۱۳۲۴؁ھ ہجریہ نبویہ
حررہ عبد من عباد اللہ
خادم الطلبا القاضی رحمت اللہ

تقریظ جناب مولوی محمود بن ملا ہاشم صاحب سورتی دام فیضہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریف اس ذات پاک کو کہ لم یلد ولم
یولد اسکی ذات ہے اور بہت بہت درود اُسکی نبی کو کہ جو تمام اولاد آدم
میں جامع کمالات ہے **امابعد** ہیچکارہ نالائق ابجد خوان دبستان نا
دانی محمود بن ملا ہاشم کو مدت سے یہ خیال تھا کہ چند اوراق بطریق اختصار
مسئلہ قرأت سورہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں بعبارت اُردو
سلیس موافق محاورہ گجرات کے آیت قرآنی اور احادیث نبوی علیٰ
صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام کے لکھوں تاکہ عوام کو فائدہ ہو مگر الحمد للہ
کہ انھوں مولوی حاجی **قاضی سید رحمت اللہ** صاحب راندیری نے موافق
میری خواہش کے پورے طور پر تدقیق اور تحقیق سے رسالہ سورہ فاتحہ کا موافق مذہب
حنفی کے تالیف کیا میں نے اس رسالہ کو من اولہا الی آخرہا دیکھا خوبی عبارت اور

تقریبات تامہ اور توضیح مطالب اور تنقیح دلائل ہیں بقدر ضرورت اہل زمان کے کافی پایا مؤلف نے جو کچھ محنت اٹھائی ہے اسکا ثمرہ انشاء اللہ تعالی اجر عظیم ہوگا اور منفعت اسکی جو شامل حال عوام ہوگی یہ صدقہ جاریہ ہوگا اللہ تعالی قبول فرماوے اور اسکا نفع عام سب کو پہونچاوے آمین یارب العالمین ؛

تقریظ جناب مولوی محمد امین الدین صاحب مہتمم مدرسہ امینیہ دھلی

الحمد للہ الذی تعالی شانہ ؛ وجل سلطانہ ؛ وسطع برھانہ ؛ وعم غفرانہ ؛ والصلوۃ علی رسولہ الذی تقدم محلہ و ان تاخر زمانہ ؛ وعلی من اتبعہ فحفہ رضوانہ ۔ امابعد بندہ عاجز ارباب بصیرت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام منجملہ اُن اہمات مسائل کے ہے جسمیں مدت سے مابین حنفیہ و دیگر علماء کے اختلاف چلا آتا ہے اگرچہ علمائے حنفیہ شکر اللہ سعیہم نے اپنی تصنیفات میں اس کی پوری تحقیق فرمادی ہے تاہم اس خیال سے کہ خیر جسقدر کثیر ہو خیر ہے مولانا مولوی قاضی سید رحمت اللہ صاحب راندیری نے اس مسئلہ کو موافق مذہب حنفیہ کے آیت و احادیث سے پوری تحقیق کیساتھ اس رسالہ میں ثابت کر دکھایا میں نے اکثر مضامین اس کے دیکھے اور مدلل و مستحکم پائے خداوند تعالی مولانا کو اس سعی کا کافی بدلہ عطا فرماتے اور خلق اللہ کو اس سے فائدہ پہونچائے آمین ؛۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا الحاج القاضی رحمت اللہ صاحب شیخ دار العلوم مدرسہ اشرفیہ راندیر نے مسئلہ قرأت الفاتحہ خلف الامام کی مذہب احناف کے مطابق تحقیق انیق اور حضرت صاحب فتح الباری کے سولہ اعتراضات کے جوابات صحیحہ واقعیہ تحریر فرما کر اہل علم پر احسان عظیم فرمایا ہے حقر نے نسائی شریف کے درس کیوقت اس تصنیف لطیف کو بھی مثل دوسری شروح کے مطالعہ کر کے معلومات میں اضافہ کیا دل سے دعا ہے حق تعالیٰ حضرت مولف کو اس خدمت علیہ کو قبول فرما کر اپنی رحمتوں سے مالامال کرے آمین۔

احقر عبد الاحد دیوبندی عفی عنہ

خادم العلوم دار العلوم دیوبند

مولانا محمد اشرف صاحب مہتمم تبلیغ الاسلام دار العلوم اشرفیہ راندیر ضلع سورت